نقوشِ حضرت سید احمد شہیدؒ

(حضرت سید احمد شہیدؒ اور آپ کے مشہور رفقاء کا تعارف، اور تحریک شہیدین کا تذکرہ)

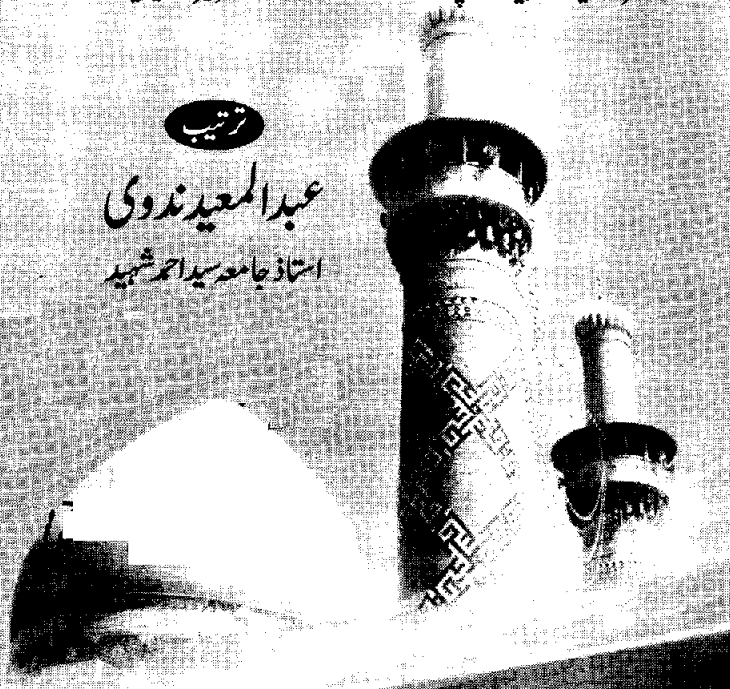

ترتیب

عبدالمعید ندوی

استاذ جامعہ سید احمد شہید

ناشر

مولانا ابوالحسن علی ندوی انسٹی ٹیوٹ برائے دعوت وفکر اسلامی

جامعہ سید احمد شہید

احمد آباد، کٹولی، ملیح آباد، لکھنؤ، یوپی

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

کتاب کا نام	:	تقوشِ حضرت سید احمد شہیدؒ
ترتیب	:	عبدالمعید ندوی
تعداد	:	ایک ہزار
قیمت	:	۶۰/روپئے
سن اشاعت	:	۲۰۱۲ء
طباعت	:	نعمانی پرنٹنگ پریس، بارود خانہ گولہ گنج لکھنؤ

9935114393

ناشر:

مولانا ابوالحسن علی ندوی انسٹی ٹیوٹ برائے دعوت وفکر اسلامی

جامعہ سید احمد شہید

احمد آباد، کٹولی، ملیح آباد لکھنؤ، یوپی

کتاب ملنے کے پتے:

- جمعیت شباب الاسلام، ٹیگور مارگ لکھنؤ
- مکتبة الشباب الجدیده، ندوه روڈ، لکھنؤ
- کتب خانہ الفرقان، نظیر آباد لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

انتساب

ان پاک نفوس کے نام

جنہوں نے اسلام کی تبلیغ کی۔

اللہ کے لئے ہجرت کی۔

اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وادیٔ بالاکوٹ میں جان دے دی۔

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں

اک جان کا زیاں ہے، سو ایسا زیاں نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱	تحریک شہیدین علامہ سید سلیمان کی نظر میں	۴
۲	حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک پر اجمالی نظر	۶
۳	حضرت سید احمد شہید کے حالاتِ زندگی	۱۳
۴	مولانا عبدالحی بڈھانویؒ	۳۹
۵	مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ	۴۷
۶	مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ	۶۳
۷	مولانا یحییٰ علیؒ	۷۱
۸	اہل صادق پور کی جد جہد	۷۸
۹	شیخ الہندؒ کی تحریک آزادی	۹۶

www.abulhasanalinadwi.org

تحریکِ شہیدین علامہ سید سلیمان کی نظر میں

تیرہویں صدی میں جب ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم و بدعات کا زور تھا، مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد بریلویؒ کے مجاہدانہ کوششوں نے تجدیدِ دین کی نئی تحریک شروع کی یہ وہ وقت تھا جب پورے پنجاب پر سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی، جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں او رنیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے، اس مجددانہ کارنامے کی عام تاریخ لوگوں کو یہیں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار ہو کر سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے، حالانکہ یہ واقعہ اس کی پوری تاریخ کا صرف ایک باب ہے۔

ان مجاہدوں کی تاریخ بتائے گی کہ ان کی تحریک کا یہ ناکام انجام کیوں ہوا، واقعہ ڈھکا چھپا اور اسباب نامعلوم نہیں، وہی جماعتوں کا نفاق اور امراء کا اختلاف ان کی ناکامی کا سبب ہوا، جو ہمیشہ سے ناکاموں کی ناکامی کا سبب بنتا رہا ہے، پشاور کے پٹھان امراء اگر وفاداری سے کام لیتے تو آج ہندوستان کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا۔

اس تحریک نے اپنے پیروؤں میں للّٰہیت، خلوص، اتحاد، نظم، سیاست اور تنظیم کا جو جوہر پیدا کر دیا تھا بنگال کی سرحد سے لے کر پنجاب تک اور نیپال کی ترائی سے لے کر دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوش و عمل کا دریا موجیں مار رہا تھا اور حیرت انگیز وحدت کا سماں آنکھوں کو نظر آ رہا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ کے خلفاء ہر صوبے اور ولایت میں پہونچ چکے تھے، اور اپنے دائرے میں تجدید اصلاح اور تنظیم کا کام انجام دے رہے تھے، مشرکانہ رسوم مٹائے جا رہے تھے، بدعتیں چھوڑی جا رہی تھیں، نام کے مسلمان کام کے بن رہے تھے، جو مسلمان نہ تھے وہ بھی اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے، شراب کی بوتلیں توڑی جا رہی تھیں، تاڑی اور سیندھی کے خم پھوڑے جا رہے تھے، بازاری فواحش کے بازار سرد ہو رہے تھے، اور حق وصداقت کی بلندی کے لئے علماء حجروں سے اور امراء ایوانوں سے نکل نکل کر میدان میں آ رہے تھے اور ہر قسم کی ناچاری، مفلسی اور غربت کے باوجود تمام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے تھے، اور مجاہد تبلیغ اور دعوت میں لگے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک پر اجمالی نظر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غیر فانی معجزہ ہے کہ آپؐ کے فیض کا چشمہ کبھی خشک نہیں ہونے پاتا، آپؐ کا نمونہ آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا، آپؐ کی امت کی ضرورتیں زیادہ دیر تک انکی نہیں رہتیں، اور وہ اس طرح کہ آپ کے مشعلِ نور سے براہِ راست مسلسل طریقے پر سیکڑوں مشعلیں روشن ہوتی رہی ہیں' اور قیامت تک ہوتی رہیں گی، آپؐ کی کامل پیروی ہر زمانے میں، اور تقریباً ہر جگہ کم وبیش ایسے انسان پیدا ہوتے رہے جن سے آپ کی یاد تازہ ہوتی تھی، اور انبیاءؑ کی شان نظر آتی تھی، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کا کام بند نہیں ہوا اور اللہ کا دین زندہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہر زمانے میں ممکن ہے، اور انھیں کی وجہ سے خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کی عملاً ضرورت نہیں۔

ان بزرگوں کے کئی طبقے ہیں' پہلے اور سب سے اونچے طبقے کو صحابہ کرامؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت وکمالاتِ نبوت کی تکمیل کردی اسی طرح ان حضرات نے آپؐ کی کامل پیروی کا حق ادا کردیا ان کے بعد سلف صالحین اولیائے کاملین' مجاہدین' مرشدین' مصلحین، مجددین مختلف طبقات ہیں' اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلامذہ ومریدین آپؐ کے کفش بردار اور آپؐ کے دین کے خادم ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

ان لوگوں سے اللہ ہمیشہ اپنا کام لیتا رہا، ان سے ہزاروں کی آنکھیں روشن کیں، ہزاروں کے دل کے کنول کھلائے' ہزاروں کو جگایا' بندوں پر اپنی حجت تمام کی' ان کا ذکر عبادت ہے' ان کی محبت ذخیرۂ آخرت ہے' ان کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا

www.abulhasanalinadwi.org

ایک جز ہے، اگر چہ ان میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں کامل تھا، لیکن ان کاملوں میں بھی کامل وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونۂ کامل ہے، جس میں صحابہؓ کی شان سب سے بڑھ کر تھی، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب و مقصد کی زیادہ خدمت و ترقی ہوئی، اس کی صحبت و تربیت سے ایسی جماعت تیار ہوئی جس نے خیر القرون کی یاد تازہ کر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ایک بار ملاحظہ ہو اور آپؐ کی جامعیت پر نظر کی جائے علم و عمل کے جامع، دین و دنیا کے جامع، شب بیدار و شہسوار، اللہ کے لئے اگر محبت کرتے تھے تو اللہ ہی کے لئے دشمنی کرتے تھے، نفس کے مجاہدے کے ساتھ کفار سے جہاد بھی کرتے تھے۔

لیکن صحابہؓ کو چھوڑ کر ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھئے، بہت سے لوگوں کے جسم پر یہ قبا نظر نہیں آئے گی، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دیکھنا ہے تو ان میں سے ایک کو نہیں دیکھنا چاہئے ورنہ آپؐ کی شان کا ناقص تصور ہوگا اس لئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیئس سالہ زندگی کے صرف مخصوص اوقات کا نمونہ ہیں، اگر کامل نمونہ دیکھنا ہے تو سب کو جمع کر کے دیکھنا چاہئے۔

لیکن صحابہؓ کی صف چھوڑ کر کہ ''ایں خانہ تمام آفتاب است'' ہر صف میں چند ایسے لوگ نظر آئیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مکمل صحیفہ ہیں، جنھوں نے آپؐ کے کمالات میں سے انتخاب نہیں کیا ہے، بلکہ ان کو مسلم لیا، یہ وہ افراد ہیں جن میں سے ہر فرد اپنی جامعیت میں ایک پوری امت ہے، آئندہ اوراق سے معلوم ہوگا کہ انہیں افرادِ امت میں سے سید احمد شہیدؒ بھی ایک فرد ہیں، جو زمانے کے لحاظ سے پیچھے لیکن مرتبے کے لحاظ سے بہت آگے ہیں۔

اس کے بعد دوسری حیثیت پر غور کرنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ایک بہت بڑا کام اور آپؐ کی بعثت کا ایک اہم مقصد انسانوں پر اللہ کی حکومت و شریعت کا قائم کرنا، زمین میں آسمانی نظامِ سیاست و اخلاق و معاشرت کا جاری کرنا تھا۔ پشاور کے فاتح اور تیرہویں صدی کے امیر المؤمنین کی زندگی میں اتباعِ نبوی کی یہ حیثیت بہت نمایاں نظر آئیگی، اور

www.abulhasanalinadwi.org

اسی چیز نے مشائخِ امت میں اس جوان کا سر اونچا کر دیا ہے، مصلحین اور علماء و مشائخ نے بے شبہ اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں، ہزاروں بندگانِ خدا کو ان سے ہدایت ہوئی، ہزاروں کو ان کی وجہ سے کلمہ نصیب ہوا، ہزاروں کے خاتمے اچھے ہوئے، آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیض ان سے جاری ہے، لیکن ان سب کے حلقے اور عمل کے دائرے محدود ہیں۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتے کو اچھی طرح سمجھا کہ حکومتِ الٰہی کے قیام اور اسلامی نظامِ حیات و قوانین و حدود کے اجرا اور ماحول کی تبدیلی کے بغیر یہ سب کوششیں ''کوہ کندن و کاہ برآوردن'' ثابت ہوں گی، صرف چند خاص لوگوں کی اصلاح ہو گی، لیکن ضرورت فضا بدلنے اور جڑ مضبوط کرنے کی ہے، آپ اسی نقشے پر کام کرنا چاہتے تھے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفائے راشدین نے کیا، اور تجربہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ اور پائدار کامیابی اسی کو ہوئی اور قیامت تک اسلام کی ترقی کے لئے وہی نظامِ عمل ہے۔

اسلام صرف خواص کا مذہب نہیں اور چند منتخب لوگوں کا اس پر عمل کرنا کافی نہیں، اسی طرح اسلام عیسائیت کی طرح چند عقائد و رسوم کا نام نہیں، وہ پوری زندگی کا نظام ہے، وہ زمانے کی فضا، طبیعتِ بشری کا مذاق اور سوادِ اعظم کا رنگ بدلنا چاہتا ہے، اور عقائد کے ساتھ ساتھ اخلاق و معاشرت زندگی کے مقصد و معیار، زاویۂ نظر اور انسانی ذہنیت کو بھی اپنے قالب میں ڈھالنا چاہتا ہے، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ اس کو مادی و سیاسی اقتدار حاصل ہو، صرف اسی کو قانون سازی اور تنفیذ کا حق ہو، اس کے صحیح نمائندے دنیا کے لئے نمونہ ہوں، اسلام کے مادی اقتدار کا لازمی نتیجہ اس کا روحانی اقتدار اور صاحبِ اقتدار جماعت کے اخلاق و اعمال کی اشاعت ہے، اسی حقیقت کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

اَلَّذِيْنَ إِن مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُو الصَّلٰوةَ وَ آتُو الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُوْرِ (۲۲ : ۴۱)

www.abulhasanalinadwi.org

ترجمہ: یہ مظلوم مسلمان وہ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں انہیں صاحب اقتدار کر دیا (یعنی ان کا حکم چلنے لگا) تو وہ نماز قائم کریں گے، ادائے زکوۃ میں سرگرم ہوں گے، نیکیوں کا حکم دیں گے، برائیاں روکیں گے اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

ایک نہایت ہی اہم بات یہ کہ شرعی حکومت کے بغیر شریعت پر پورا عمل بھی نہیں ہو سکتا' اسلام کے نظامِ عمل کا ایک مستقل حصہ ایسا ہے جو حکومت پر موقوف ہے، حکومت کے بغیر قرآن مجید کا ایک پورا حصہ ناقابل عمل رہ جاتا ہے۔ خود اسلام کی حفاظت بھی قوت کے بغیر ممکن نہیں' مثال کے طور پر اسلام کا پورا نظامِ مالی و دیوانی و فوجداری معطل ہو جاتا ہے' اس لئے قرآن غلبۂ وعزت کے حصول پر زور دیتا ہے' اور اسی لئے خلافت اسلامی بہت اہم اور مقدس چیز سمجھی گئی اور اس کو اکابر صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین پر مقدم رکھا؟ جسے بہت سے کوتاہ نظر نہیں سمجھتے اور اسی کی حفاظت کے لئے حضرت حسینؓ نے اپنی قربانی پیش کی تا کہ اس کا مقصد ضائع نہ ہو اور وہ نا اہل ہاتھوں میں جانے نہ پائے ''امر بالعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' اسلام میں جس قدر اہم فریضہ ہے' وہ اس سے ظاہر ہے کہ امت کی بعثت کا مقصد یہی بتایا گیا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (۳:۱۱۰)

ترجمہ: تم بہترین قوم ہو' جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اور قیامت تک کے لئے مسلمانوں کا یہی فریضہ قرار دیا گیا ہے:۔

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (۳:۱۰۴)

ترجمہ: تم میں ایک ایسی جماعت رہنی چاہئے جو بھلائی کی طرف دعوت دیتی رہے نیکی کا حکم کرتی رہے، اور برائی سے روکتی رہے۔

لیکن یاد رہے کہ اس کے لئے امر (حکم) اور نہی (ممانعت) کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں' اہل علم جانتے ہیں کہ امر و نہی کے لفظ میں اقتدار اور تحکم کی شان ہے' یہ نہیں فرمایا کہ وہ بھلائی

www.abulhasanalinadwi.org

اختیار کرنے کے لئے درخواست وعرض کریں گے، پس امر ونہی کے لئے سیاسی اقتدار اور مادی قوت کی ضرورت ہے اور امت کا فریضہ ہے کہ وہ اس کا انتظام کرے۔ صحیحین کی مشہور حدیث ہے:۔

مَنْ رَأى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَ ذَالِكَ أضْعَفُ الإيْمَان.

تم میں سے جو شخص کوئی برا کام دیکھے اسے ہاتھ سے روک دے اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے، اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل سے برا سمجھے اور یہ آخری درجہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

ظاہر ہے کہ "تغییر بالید" (ہاتھ سے بدل دینے اور عملی اصلاح) کے لئے قوت واختیار کی ضرورت ہے، زبان سے روکنے کے لئے بھی کچھ قوت اور آزادی کی ضرورت ہے اگر یہ کچھ نہیں تو تیسرے درجے پر قناعت کرنی پڑے گی جو ایمان کا آخری درجہ ہے، اور جس کے بعد بعض روایات کے مطابق ایک ذرہ برابر بھی ایمان نہیں رہ جاتا، مشاہدہ اور تجربہ کی غلامی میں دل سے برا سمجھنا اور زِشت ونیک کا احساس بھی جاتا رہتا ہے۔

جو تھا نا خوب، بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر!

اگر چہ سید صاحبؒ کی تاریخ میں اس کارنامۂ جہاد اور احیائے خلافتِ اسلامیہ نے اتنی اہمیت حاصل کرلی ہے کہ عام لوگ اس کے سوا کچھ نہیں جانتے، لیکن خواص کی بھی اس کے مقاصد واسرار پر نظر نہیں، خدا کو ابھی ہماری ناقدری اور نااتفاقی کی سزا دینی تھی، ورنہ دنیا خلافتِ راشدہ کے بعد ہندستان میں حکومتِ شرعیہ کا نقشہ دیکھ لیتی۔

اس موقع پر ایک چیز کی وضاحت نہایت ضروری ہے، قوموں کی تاریخ میں اور خود مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے اشخاص کی کمی نہیں اور اس وقت بھی ہر ملک وقوم میں ایسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے ذاتی برتری واقتدار یا قومی عزت وسربلندی یا ملک ووطن کی آزادی کی

www.abulhasanalinadwi.org

خاطر بڑی سے بڑی قربانی دی، قوم کی تنظیم کی، وطن کو آزاد کرایا، عظیم الشان سلطنتیں قائم کیں، کامرانی واقبال مندی کی زندگی حاصل کی یا عظمت وفتح مندی کی موت مرے، یہ اپنے کارناموں کے درجے اور ترتیب کے مطابق انسانوں کے احترام اور ہمارے انصاف کے مستحق ہیں، لیکن سید صاحبؒ اس فہرست کے اشخاص میں سے نہیں ہیں، وہ ان مجاہدین میں سے ہیں جنھوں نے محض اللہ کے نام کی بلندی اور اسکی بات اونچی کرنے کے لئے خالص اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لئے ''مسلمان'' نام ایک قوم کے غلبے کے لئے نہیں بلکہ ''اسلام'' نام ایک مکمل دین، عقیدۂ وعمل اور مسلک زندگی کو قائم کرنے کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلوم شریعت کو جاری کرنے کے لئے اپنے خون کا پہلا اور آخری قطرہ بہایا، اس کے علاوہ کسی راستے میں ان کے پسینے کا بھی کوئی قطرہ نہیں بہا، ایسے مجاہدین وشہدائے اسلام ایسے اکابر وقائدینِ اسلام کی فہرست اتنی طویل نہیں، جتنی سمجھی جاتی ہے، زندگی اور موت کی یہ ترازو ایسی بلند معیار ہے جس پر ہزاروں میں سے چند ہی پورے اترتے ہیں۔

اس کے بعد سید صاحبؒ کی ایک اور خصوصیت پر نظر ڈالئے اور وہ یہ کہ آپؒ نے تھوڑے زمانے میں ایک دینی فضا قائم کر دی اور ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کی صحیح تعریف یہ ہے کہ وہ تیرہویں صدی میں صحابہؓ کا نمونہ تھے، ایک رنگ میں رنگے ہوئے ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے، اللہ ہی کے لئے جان دینے والے، شریعت پر جینے اور مرنے والے، بدعت سے نفور، شرک کے دشمن، جہاد کے نشے میں سرشار، متقی وعبادت گزار اور بڑی بات یہ ہے کہ ہم رنگ و یک آہنگ تاریخ اسلام میں ایک جگہ اتنی بڑی تعداد میں اس پختگی اور جامعیت کی کوئی جماعت صحابہؓ وتابعینؒ کے بعد مشکل سے ملی گی، کیفیاتِ ایمانی کے جاں نواز جھونکے تاریخ اسلام میں بارہا چلے ہیں لیکن ایمان ویقین اور خلوص وللّٰہیت کی ایسی باد بہاری ہمارے علم میں کم سے کم اس ملک میں اس سے پہلے نہیں چلی، نہ اس سے پہلے اتنے بڑے پیمانے پر عزم و توکل، جوشِ جہاد، ایمان واحتساب، شوقِ شہادت اور یقینِ آخرت کے ایسے نمونے دیکھنے میں

www.abulhasanalinadwi.org

آئے، آدم گری اور مردم سازی، اصلاح و انقلاب کے ایسے محیر العقول واقعات بھی اصلاح و تربیت کی تاریخ میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔

ان آخری صدیوں میں ہم کو دنیائے اسلام میں کسی ایسی مذہبی تحریک کا علم نہیں ہوا، جو ہندوستان کی اس تحریکِ احیائے سنت و جہاد سے زیادہ منظم و وسیع ہو اور جس کے سیاسی اور مذہبی اثرات اتنے ہمہ گیر اور دور رس ہوں ہندوستان کی کوئی اصلاحی جد و جہد اور مسلمانوں کی کوئی سیاسی تحریک ایسی نہیں' جو اس تحریک سے متاثر نہ ہو، واقعہ یہ ہے کہ اس برصغیر میں موجودہ اسلامی زندگی' مذہبی، اصلاحی، مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور ملک میں مسلمانوں کے وجود کی اہمیت اور ان کا سیاسی وزن بڑی حد تک اسی طویل جہاد کا رہین منت ہے' آئندہ اوراق میں اسی اجمال کی تفصیل اور انہیں اشارات کی توضیح کے لئے ہیں۔(۱)

(۱) سیرت سید احمد شہیدؒ، جلد اول، صفحہ ۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید احمد شہیدؒ

ولادت تا وفات

۱۲۰۱ھ - ۱۲۴۶ھ

۱۷۸۶ء ۱۸۳۱ء

تیرہویں صدی میں ہندوستان کی حالت

تیرہویں صدی ہجری (اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل) میں ہندوستان سیاسی، مذہبی اور اخلاقی حیثیت سے زوال کی آخری حد تک پہونچ چکا تھا، سلطنت مغلیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا، سارے ہندستان پر یا تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط تھا یا (اس کے حلیفوں کا) بچا کھچا ملک رئیسوں اور سرداروں کے قبضے میں تھا جو یکے بعد دیگرے شکست کھاتے اور اپنے اپنے علاقے انگریزوں کے حوالہ کرتے چلے جا رہے تھے، سلطنت مغلیہ کے فرماں رواں شاہ عالم (جن کے عہد میں حضرت سید احمد شہیدؒ پیدا ہوئے) صرف نام کے بادشاہ رہ گئے تھے، دکن سے لے کر دلی تک سارا علاقہ مرہٹوں کے رحم و کرم پر تھا، پنجاب سے لے کر افغانستان کے حدود تک سکھوں کا راج تھا، جن کی دستبرد سے ہندوستان کا شمالی اور وسطی حصہ بھی محفوظ نہ تھا، اور اطراف دہلی مرہٹوں اور سکھوں کی غارت گری کا نشانہ بنے رہتے تھے، مسلمانوں کی سیاسی ساکھ گر چکی تھی، ان کا کوئی قائد اور شیرازہ بند نہ تھا، ان کو کمزور پا کر بیسیوں فتنے سر اٹھاتے، اور ان کو پامال کر کے رکھ دیتے۔

ملک میں مسلمانوں کی اخلاقی حالت اتنی گر چکی تھی کہ فسق و معصیت کی بہت سی باتیں آداب و تہذیب میں داخل ہو گئی تھیں، اور اس پر علانیہ فخر کیا جاتا تھا، شراب نوشی کوئی نادر بات نہ

www.abulhasanalinadwi.org

تھی، اربابِ نشاط کا ہر طرف دور دورہ تھا، امراء و متوسط طبقہ سے لے کر غرباء تک اسی معاشرت کا شکار تھے، اخلاقی انحطاط اور قومی بے حسی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تیرہویں صدی کے آغاز میں کہ انگریزوں کے قدم پوری طرح جمے نہ تھے، متعدد مسلمان عورتیں یوروپین تاجروں اور حکام کے گھروں میں تھیں، شرک و بدعت مسلمانوں میں کثرت سے موجود تھی، قبروں اور مردوں کے متعلق ایک شریعت وجود میں آگئی تھی، بزرگان دین کے متعلق وہ سارے عقائد و خیالات دلوں میں گھر کر چکے تھے جن کے لئے نصرانی اور یہودی اور مشرکین عرب بدنام ہیں، ہندوؤں اور شیعوں کے بکثرت رسوم اہل سنت کی معاشرت کا جزء بن گئے تھے، سنت و شریعت کو لوگ بھولتے جارہے تھے، اسلامی شعائر اٹھتے جارہے تھے، اچھے اچھے دیندار اور علمی گھرانوں میں بھی قرآن و حدیث کے احکام کا لحاظ نہیں کیا جاتا تھا، بیوہ کا نکاح، میراث میں لڑکیوں کو حصہ دینا اور سلام مسنون کو بعض جگہ معیوب سمجھا جاتا تھا، اسی طرح حج جیسے اسلام کے اہم رکن کی راستہ کی تکلیف اور بدامنی کی بناء پر فرضیت ساقط کردی گئی تھی، قرآن شریف ایک چیستاں سمجھا جانے لگا تھا جس کا سمجھنا اور سمجھانا اس پر غور و تدبر کرنا غیر علماء کے لئے ناممکن اور شجر ممنوع قرار دی دیا گیا تھا۔

لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہوگا کہ علمی، سیاسی، دینی اور روحانی حیثیت سے تیرہویں صدی کا یہ زمانہ بالکل تاریک اور ویران تھا، اور اس ملک میں کہیں زندگی کے آثار اور کہیں روشنی کے مینار نہیں پائے جاتے تھے، تیرہویں صدی کا ابتدائی زمانہ ہندستان کی اسلامی تاریخ کا قابل ذکر عہد ہے، اس میں بعض ایسی باکمال اور ممتاز ہستیاں موجود تھیں، جن کی نظیر گذشتہ صدیوں میں بھی آسانی سے اور بکثرت نہیں ملے گی، دینی و علمی کمالات و سنت کے وسیع علم اور صحیح ذوق، ذکاوت و استعداد و ملکۂ علمی، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، تبحر علمی، شعر و شاعری، تصوف و سلوک اور دوسرے علوم و فنون میں کمال رکھنے والی منفرد شخصیتیں اس صدی میں موجود تھیں، ان کے علاوہ دور قحط الرجال میں بھی دین کی اتنی طلب اور قدر باقی تھی کہ ملک میں مکاتب، مدارس کا جال پھیلا ہوا تھا، چپہ چپہ پر خانقاہیں اور روحانی مراکز تھے، علماء ملک کے

www.abulhasanalinadwi.org

مختلف شہروں میں علم و دین کی اشاعت کا کام کر رہے تھے، اور تصنیف و تالیف میں مشغول تھے، مدرسے سے طلباء علوم دینیہ سے اور خانقاہیں مردانِ خدا سے معمور تھیں، اکابر اہل طریق میں سے ہر ایک مستقل اور آباد مدرسہ اور خانقاہ تھا اور کہیں کہیں یہ دونوں مرکز جمع تھے۔

یہ ضرور ہے کہ دین و علم کے یہ بڑے بڑے ذخیرے جو سلف کی کوششوں سے جمع ہوئے تھے مسلسل خرچ اور عرصہ سے آمد بند ہونے کی وجہ سے گھٹتے گھٹتے ختم ہوتے جا رہے تھے اور اضافہ و ترقی کا دروازہ بند معلوم ہوتا تھا بہترین صلاحیتیں اور جوہر موجود تھے مگر ضائع ہو رہے تھے، زندگی کا صحیح مقصد اور قوتوں کا صحیح مصرف نہ ہونے کی وجہ سے شجاعت اور دلیری، حوصلہ مندی، غیرت و حمیت اور دوسری اعلیٰ صفات حقیر مقاصد میں صرف ہو رہی تھیں اور جذبات نے غلط رخ اختیار کر لیا تھا، افراد تھے مگر جماعت نہ تھی، اوراق تھے مگر کتاب نہ تھی، زندگی کی چول اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی تھی، اس لئے عام اور مفید حرکت نہ تھی۔

ایسے وقت میں ایسے شخص اور جماعت کی ضرورت تھی جو دین، علم اور صلاحیت کے اس سرمایہ سے وقت پر کام لے لے اور اس کوٹھکانہ لگائے جو خانقاہوں کا حال اور درسگاہوں کا قال، وہاں کی حرارت اور یہاں کی روشنی سارے ملک میں عام کر دے جس کے جلو میں چلتی پھرتی خانقاہیں ہوں اور دوڑتے بھاگتے مدرسے، گھوڑوں کی پیٹھ پر عالم ہوں اور محرابوں میں مجاہد جو دلوں کی بجھتی ہوئی انگیٹھیاں دوبارہ دہکا دے، افسردہ لوگوں کو ایک بار پھر گرما دے اور ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک طلب اور دین کی تڑپ کی آگ لگا دے، جو مسلمانوں کی خداداد صلاحیتوں کو ٹھکانہ لگائے، جس کی نگاہیں دور رس اور جس کی ذات مسیحا نفس، کسی بیکار چیز کو بھی بیکار نہ سمجھے، جو امت کے ذخیرہ کے ہر دانہ اور خیابان کے ہر تنکہ سے پورا پورا کام لے، جو شخص ان اوصاف کا جامع ہو اس کو اسلام کی اصلاح میں ''امام'' کہتے ہیں، اور یہ مقام تیرہویں صدی کے تمام اہل کمال اور مشاہیر رجال کی موجودگی میں سید صاحبؒ کو حاصل تھا، جن کے چیدہ چیدہ حالات و حکایات اور ان کی عزیمت و جہاد، فیض و تاثیر اور انقلاب انگیزی کے جستہ جستہ واقعات اس کتاب میں پیش کئے گئے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

خاندان

حضرت امام حسنؓ کے پوتے محمد ذوالنفس الزکیہ شہیدؒ کا بارہویں پشت میں سید ارشد الدین کے فرزند رشید شیخ الاسلام سید قطب الدین محمد المدنی ایک عالم وعارف اور عالی ہمت بزرگ تھے، جن کو اللہ تعالی نے علم وتقوی کی دولت کے ساتھ ساتھ شجاعت کا جوہر اور جہاد کا جذبہ عطا فرمایا تھا، آپ غزنی کے راستہ مجاہدین کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ ہندوستان آئے، مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے کڑہ (الہ آباد) کو فتح کرنے کے بعد اس کو اپنا مستقر بنایا، وہیں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے، سید قطب الدین کی اولاد کو اللہ نے سیادت وامارت کے ساتھ علم وفضل اور زہد وتقوی کی دولت سے بھی مالا مال کیا، سید قطب الدین کے اخلاف میں ایک بزرگ حضرت شاہ علم اللہؒ گذرے ہیں جو عہد عالمگیری کے مشہور ربانی عالم اور صاحب سلسلہ شیخ تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے مشہور خلیفہ حضرت سید آدم بنوری کے مجاز تھے، نہایت متقی اور متبع سنت بزرگ تھے، انھوں نے ۱۰۹۶ھ/۱۶۸۴ء میں انتقال کیا اور اپنے قائم کئے ہوئے دائرہ واقع رائے بریلی میں مدفون ہوئے۔

ولادت

سید صاحبؒ ان کی پانچویں پشت میں ہیں دائرہ شاہ علم اللہؒ میں صفر ۱۲۰۱ھ نومبر ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوئے، والد کا نام سید محمد عرفانؒ اور دادا کا نام سید محمد نور تھا، چار سال کے ہوئے تو مکتب میں بٹھائے گئے مگر باوجود کوشش کے آپ کی طبیعت علم کی طرف راغب نہیں ہوئی اور کتابی علم میں کچھ ترقی نہ کی، آپ کو بچپن سے ہی مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کا شوق تھا، سن بلوغ کو پہونچے تو خدمت خلق کا ایسا ذوق پیدا ہوا کہ اچھے اچھے بزرگ انگشت بدنداں رہ گئے، ضعیفوں اور اپاہجوں اور بیواؤں کی خدمت کرنے کا جذبہ، اس کے ساتھ عبادت، ذکر الہی کا ذوق بہت بڑھا ہوا تھا، ورزش اور مردانہ کھیلوں کا بہت شوق تھا، پانچ پانچ سو ڈنڈ لگاتے تھے، اور تیس تیس سیر کے مگدر ہلاتے، تیرنے اور پانی میں دیر تک ٹھہرنے کی بھی مشق بڑھائی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

تلاش معاش میں لکھنؤ کا سفر

جب آپ کی عمر بارہ (۱۲) سال کی ہوئی تو والد ماجد مولانا محمد عرفانؒ کا انتقال ہو گیا، حالات کا تقاضہ تھا کہ آپ ذمہ دارانہ زندگی میں قدم رکھیں اور تحصیل معاش کی فکر کریں، تقریباً سترہ سال کی عمر میں آپ نے اپنے سات عزیزوں کے ساتھ فکرِ معاش میں لکھنؤ چلے، لکھنؤ، رائے بریلی سے انچاس میل ہے، سواری صرف ایک تھی، جس پر سب باری باری بیٹھتے، مگر سید صاحبؒ اپنی باری کے وقت دوسرے عزیز کو باصرار سوار کرا دیتے تھے، اسی طرح راستہ بھر ساتھیوں کی مدد کرتے اور اصرار سے ان کا سامان خود لے کر چلتے، اسی خدمت اور محنت کے ساتھ لکھنؤ پہنچے، اس وقت نواب سعادت علی خاں خلف نواب شجاع الدولہ کا عہد حکومت تھا، نواب ایک بلند حوصلہ، منتظم فرماں رواں تھے، اس کے باوجود صاحب جاگیر اشخاص اور بڑے تاجروں کے سوا بے روزگاری اور پریشانی عام تھی، لکھنؤ پہونچ کر سب ساتھی روزگار کی تلاش میں مشغول ہو گئے، روزگار عنقا تھا باوجود محنت اور دن کی مشغولیت کے بھی قوتِ لایموت بھی مشکل سے میسر آتی، صرف سید صاحبؒ ایک امیر کے یہاں مقیم تھے، جو ان کے خاندان سے محبت وعقیدت رکھتے تھے، امیر کے یہاں سے جو کھانا آتا آپ اپنے ساتھیوں کو کھلا دیتے اور خود دال دلیہ پر گذر کرتے۔

شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں

چار ماہ اسی حال میں گذرے، ایک بار والی لکھنؤ سیر وشکار کے لئے پہاڑوں کی طرف روانہ ہوا، اس کے ساتھ وہ امیر بھی گئے جن کہ یہاں سید صاحبؒ مہمان تھے، سید صاحبؒ بھی اپنے عزیزوں کے ہمراہ امیر کے ساتھ ہو گئے اور اسی طرح خدمت کرتے ہوئے یہ سفر کیا، اس سفر میں سخت مصیبتیں اٹھانی پڑیں، راستہ بھر سید صاحبؒ اپنے ہمراہیوں کو دہلی چلنے اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے استفادہ کرنے کی ترغیب دلاتے رہے، اور پھر خود تنِ تنہا دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

پورے سفر میں پیادہ پا.....مسافروں کی خدمت کرتے ہوئے بھوکے پیاسے چلتے رہے، چلتے چلتے پاؤں میں چھالے پڑ گئے، کئی روز کے بعد دہلی پہونچے اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کے سید صاحبؒ کے بزرگوں سے قدیم روحانی و علمی تعلقات تھے، مصافحہ اور معانقہ اور تعارف کے بعد بڑی خوشی کا اظہار کیا اور اپنے بھائی شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے پاس ٹھہرایا۔

تکمیل باطنی اور اجازت وخلافت

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادرؒ کی صحبت وخدمت میں رہ کر آپ نے اس قدر باطنی ترقی کی اور وہ بلند مقامات حاصل کئے جو بڑے بڑے مشائخ کو بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں سے حاصل ہوئے ہیں، کچھ عرصہ کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے اجازت وخلافت لے کر وطن رائے بریلی واپس ہوئے، دو سال وطن میں قیام کیا اور شادی کی۔

امیر خاں کے لشکر میں

اللہ تعالی نے سید صاحبؒ کو جس عظیم مقصد کے لئے تیار کیا تھا، اور جہاد کا جو جذبہ آپؒ کو ملا تھا، اور آپ نے جن مقاصد کو پیش نظر رکھا تھا ان کی تکمیل مزید پختگی اور عملی مشق وتربیت کی متقاضی تھی، اس کے لئے کسی محاذ جنگ کی ضرورت تھی۔

۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں آپ نے دہلی کا دوسرا سفر کیا، دہلی میں چند روز قیام کرنے کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے مشورہ سے نواب امیر خاں (راجپوتانہ اور مالوہ میں لشکر کشی اور ترک تازی میں مشغول تھے) کے لشکر میں شامل ہو گئے اور جنگی تربیت حاصل کرنے اور ان کو با مقصد جدوجہد اور انگریزی اقتدار کے بڑھتے ہوئے خطرہ کا مقابلہ کرنے کی راہ پر لگانے کے لئے ان کی معیت ورفاقیت اختیار کی، نواب امیر خاں سنبھل (روہیلکھنڈ) کے ایک حوصلہ مند افغانی النسل سردار تھے، جنھوں نے اپنے گرد حوصلہ مند، مہم جو اور وفادار ساتھیوں کی ایک اچھی خاصی

www.abulhasanalinadwi.org

تعداد جمع کر لی تھی، اور ایسی اہمیت اختیار کر لی تھی کہ والیان ریاست کو بھی ان کی مدد کی ضرورت پڑتی رہتی تھی، اور انگریز بھی اس ابھرتی ہوئی طاقت کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔

سید صاحبؒ امیر خاں کے لشکر میں چھ سال رہے آپ اپنی عبادات و ریاضات اور سپاہیانہ زندگی کے ساتھ اصلاح و ارشاد میں مشغول رہے، آپ کی توجہ، محنت اور کوشش سے پورا لشکر دعوت و تبلیغ کا وسیع میدان بن گیا، سپاہیوں کی بڑی اصلاح ہوئی، خود امیر خاں کی زندگی میں بڑا انقلاب آیا۔

دہلی واپسی اور تبلیغی دورے

چھ سال کے قیام کے بعد جب امیر خاں نے بعض حالات سے مجبور ہو کر اور اپنے بعض قریبی ساتھیوں کی بے وفائی کی وجہ سے انگریزوں سے صلح کرنی چاہی تو آپؒ نے اس کی شدید مخالفت کی اور جب آپؒ کی مخالفت کے باوجود امیر خاں نے انگریزوں سے معاملہ کر لیا اور ٹونک کی ریاست قبول کر لی تو آپؒ نے ان سے مایوس ہو کر دہلی تشریف لے آئے۔

اس مرتبہ آپؒ کی طرف غیر معمولی رجوع ہوا، اس قیام کے دوران خاندان ولی اللّٰہی کے دو ممتاز افراد اور جید عالم مولانا عبدالحیؒ اور مولانا محمد اسمٰعیل آپؒ سے بیعت ہوئے، ان دونوں کے بیعت ہونے سے دہلی کے عوام و خاص، علماء و مشائخ کا ایسا رجوع ہوا کہ شاید و باید، روز بروز آپؒ کی مقبولیت اور شہرت بڑھتی چلی گئی، آپؒ نے تبلیغی و اصلاحی دورے شروع کئے، سب سے پہلے مظفر نگر اور سہارنپور کے مردم خیز اور تاریخی قصبات اور مسلمان شرفاء و علماء کے مرکزوں، نیز گڑھ مکتیشر، دوآبہ کے علاقہ میں رام پور، بریلی، شاہجہاں پور اور دوسرے مقامات کا دورہ کیا، ان مقامات میں سیکڑوں خاندانوں اور آدمیوں نے بیعت کی، شرک و بدعت سے تائب ہوئے، علماء و مشائخ حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، سہارنپور میں حاجی عبدالرحیم صاحب جو اپنے وقت کے بڑے مشائخ میں تھے اور ہزاروں آدمی ان کے مرید تھے، حضرت سید صاحبؒ

www.abulhasanalinadwi.org

سے بیعت ہوئے اور اپنے مریدوں کو بیعت کرایا، آپؒ کا یہ سفر بارانِ رحمت کی طرح تھا کہ جہاں سے گذرتا ہے، سرسبز و شادابی، بہار و برکت چھوڑ جاتا ہے، دیکھنے والوں کا متفقہ بیان ہے کہ جہاں آپ نے تھوڑا سا بھی قیام کیا وہاں مساجد میں رونق آ گئی، اللہ اور رسول کا چرچا، ایمان میں تازگی، اتباعِ سنت کا شوق، اسلام کا جوش اور شرک و بدعت سے نفرت پیدا ہوگئی اور رفض و شیعیت کا خاتمہ ہو گیا، اس پورے سفر میں مولانا محمد اسماعیلؒ اور مولانا عبد الحئی ہم رکاب رہے، ان کے مواعظ سے بڑا انقلاب اور بڑی اصلاح ہوئی۔

وطن میں

اس دورے کے بعد آپ اپنے وطن رائے بریلی تشریف لے آئے' یہ دن قحط اور خشک سالی کے تھے، ہر طرف پریشانی، فاقہ، غربت اور افلاس کا دور دورہ تھا، اس حال میں بھی آپ پر سو آدمیوں کے خورد و نوش کی ذمہ داری تھی، لیکن اس در و دیوار پر سکینت الٰہی اور توکل کی فضا چھائی ہوئی تھی، آپؒ کی صحبت میں اس وقت ہندوستان کے بڑے بڑے علماء اور صوفیاء اور اہل سجادہ حاضر تھے، اور ہر ایک باوجود اپنے علم و فضل کے آپؒ سے استفادہ کرتا، اسی طرح آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خدمت خلق کے کاموں میں شریک رہتے، یہ چھوٹا سا گاؤں ایک ہی وقت میں آباد اور معمور خانقاہ ایک دینی مدرسہ اور میدان جہاد بنا ہوا تھا، یہ زمانہ بڑے ذوق و شوق، کیف مستی، لذت و حلاوت اور جفاکشی کا تھا، وطن کے اس قیام کے دوران آپ نے الہ آباد، بنارس، کانپور اور سلطان پور کا سفر بھی کیا، تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر جوق در جوق لوگ ملتے اور بیعت ہوتے۔

لکھنؤ کا تبلیغی سفر

لکھنؤ کی چھاؤنی میں پٹھانوں کی ایک اچھی خاصی آبادی تھی، جو سید صاحب کے بزرگوں، اور خود سید صاحب کی معتقد تھی، جن میں خاص طور پر نواب فقیر محمد خاں قابل ذکر

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، ان حضرات کی خواہش پر آپ نے نفع و اصلاح کی توقع پر ایک سو ستر (۱۷۰) آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ لکھنؤ کا سفر کیا، آپ کے اس سفر میں مولانا محمد اسمٰعیلؒ اور مولانا عبدالحیؒ بھی ساتھ تھے، یہ زمانہ نواب غازی الدین حیدر کی بادشاہی اور نواب معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کا تھا، اس زمانہ میں لکھنؤ میں دولت ستانی، بدنظمی، حق تلفی اور تعیش کا دور دورہ تھا، عیش و عشرت، لہو و لہب، ہنسی مذاق کی تمام گلزار بہار پر تھی، اہل شہر میں اثر پذیری کی صلاحیت بھی تھی، دین کی عظمت و وقعت بھی تھی، لکھنؤ علماء و مشائخ کا مرکز بھی تھا، قصبات اور شریف خاندانوں کا جوہر بھی لکھنؤ منتقل ہو گیا تھا، انسانوں کے اس ذخیرہ میں صدہا کام کے موتی تھے، جو گویا ایک نظر کیمیا اثر کے منتظر تھے۔

سید صاحبؒ اور آپؒ کے رفقاء گومتی کے کنارے شاہ پیر محمد کے ٹیلہ پر ٹھہرے، آپ کے پہونچتے ہی لوگوں کا رجوع اور ہجوم ہوا، صبح سے رات گئے تک لوگ جمع رہتے، مولانا محمد اسمٰعیلؒ اور مولانا عبدالحیؒ کے مسلسل اور مؤثر وعظوں سے لکھنؤ کے مقامی لوگوں میں بڑا انقلاب پیدا ہوا، ہزاروں انسانوں کی حالت بدل گئی، لوگ اٹھ اٹھ کر توبہ کرتے، اور نئی ایمانی زندگی میں قدم رکھتے، سید احمد شہیدؒ اور ان کی بابرکت جماعت کے چند روزہ قیام سے اہل لکھنؤ کو بہت روحانی فیوض و برکات حاصل ہوئے، بڑے بڑے علماء و مشائخ حاضر ہوتے، اور بیعت سے مشرف ہوتے، ہر جمعہ کو مولانا عبدالحیؒ اور مولانا محمد اسمٰعیلؒ کا وعظ ہوتا مختلف برادریوں نے سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور شرک و بدعت سے توبہ کی بے شمار دعوتیں ہوئیں اور دعوتوں میں کرامتوں کا ظہور ہوا جن کو دیکھ کر اہل سنت کے علاوہ شیعہ اور غیر مسلم اہل حکومت بھی متاثر ہوئے، شرک و بدعت کا بازار سرد ہوا، جرائم پیشہ اور فسق و فجور میں مبتلا رہنے والے تائب ہوئے، سید صاحب کی طرف اس رجوع عام سے اور شیعیت سے عمومی طور پر توبہ کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے حکومت اور اہل حکومت کو پریشانی لاحق ہوگئی، اور انھوں نے اس کے اشارے بھی دئے مگر آپؒ نے اور آپ کے ساتھ علماء نے کلمۂ حق کے کہنے اور صحیح دین کی طرف متوجہ

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے میں کسی بات کی پرواہ نہ کی اور مستقل مزاجی سے اپنا کام کرتے رہے۔

ایک مہینے کے بعد وطن واپس ہوئے، وطن کے قیام میں پنجاب کے مسلمانوں کی مظلومی سے جہاد کی ضرورت کے احساس میں (جو شروع سے تھا) بہت شدت پیدا ہوگئی اور اس نے بے چین بنا دیا، جس کو مضبوط، توانا اور اچھے ڈیل ڈول کا دیکھتے، فرماتے کہ یہ ہمارے کام کا ہے، آپؒ اکثر اسلحہ لگاتے، تاکہ دوسروں کو اس کی اہمیت معلوم ہو، جنگی مشقیں ہوتیں، نشانہ بازی اور فنون سپہ گری کی پوری مشق کی جاتی۔

حج

اس زمانہ میں اسلام کے دو شعائر کے کمزور ہونے کے ساتھ حج جیسا اہم رکن علماء کے فقہی عذر کی بناء پر یکسر متروک یا غفلت کا شکار ہو گیا تھا، بعض علماء نے ہندستان کے مسلمانوں کے ذمہ سے اس کے ساقط ہونے کا فتوی دے دیا تھا، سید صاحبؒ نے اس فتنہ کا سد باب کیا اور اس کی فرضیت کی زور و شور سے تبلیغ کی، آپؒ نے اس کو زندہ کرنے کے لئے عملی قدم اٹھانا ضروری سمجھا اور علماء و مشاہیر کے ایک جم غفیر کے ساتھ حج کا سفر کیا، مختلف مقامات پر حج کی تبلیغ کے سلسلہ میں خطوط لکھوائے، آپ کے اعلانِ حج اور مکاتیب سے مختلف مقامات سے حج کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا، لوگ پروانوں کی طرح امنڈ آئے، آپ یکم شوال ۱۲۳۶ھ، ۲؍جولائی ۱۸۲۱ء میں عید کی نماز کے بعد چار سو (۴۰۰) آدمیوں کے ساتھ وطن سے حج کے لئے روانہ ہوئے۔

آپ رائے بریلی سے دسمنو تشریف لے گئے، اور وہاں سے کشتیوں کے ذریعہ کلکتہ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں جا بجا آپؒ کے اور مولانا محمد اسمٰعیلؒ اور مولانا عبدالحیؒ نیز قافلہ کے علماء کے وعظ ہوتے، شرک و بدعت کی تردید اور عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی، الہ آباد میں ہزاروں مرد اور عورتوں نے بیعت کی، بعض لوگوں کا اندازہ تھا کہ شاید شہر میں کوئی مسلمان باقی

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں رہا، مرزا پور میں تقریباً پورا شہر بیعت ہو گیا، بنارس میں ہزاروں اشخاص مرید ہوئے اور علماء و مشائخ داخل سلسلہ ہوئے، شرک و بدعت پر ضرب کاری لگی، آپ غازی پور، دانا پور ہوتے ہوئے پٹنہ پہونچے، پٹنہ میں دو ہفتہ قیام کیا، اس قیام میں شریعت کی اشاعت و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید کا کام پوری قوت سے جاری رہا، عظیم آباد میں چند تبتیوں کو آپؒ نے تبلیغ کے لئے ان کے وطن تبت روانہ کیا، جن کی کوششیں چین تک وسیع ہوئیں، عظیم آباد کے بعد کلکتہ پہونچے، تین مہینے کلکتہ میں قیام رہا، آپ کے قیام نے کلکتہ میں جو اس وقت ہندوستان کا عظیم ترین شہر اور انگریزی حکومت کا مستقر تھا، ایک دینی انقلاب برپا کر دیا، برادریوں اور خاندانوں کے چودھریوں اور سرداروں نے اپنے اپنے خاندان میں اعلان کر دیا کہ جس نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور شرعی پابندی اختیار نہیں کی، اس سے برادرانہ تعلقات منقطع ہیں، اس اعلانیہ پر توبہ کرنے والوں کی قطاریں لگ گئیں، میخانوں میں خاک اڑنے لگی، عیش و عشرت اور فسق و فجور کے مرکزوں میں سناٹا نظر آنے لگا، سلطان ٹیپو کے پوتوں نے بھی جن کے بزرگوں کا تعلق سید صاحب کے بزرگوں سے رہا تھا، آپؒ کی توجہ سے فائدہ اٹھایا، تین مہینے کے بعد کلکتہ سے روانہ ہوئے، اس وقت آپ کے ہمراہ حج کرنے والوں کی تعداد سات سو پچہتر (۷۷۵) تھی، زیارت کرنے والے مسلمان عیسائیوں اور ہندوؤں کا ایسا ہجوم تھا کہ راستے بند ہو گئے تھے اور آدمی کا گذرنا مشکل تھا، راستہ میں مختلف بندرگاہوں اور ساحلی مقامات پر اترتے رکتے اور وعظ و تلقین کرتے ہوئے ۲۳ر شعبان بروز چہار شنبہ ۱۲۳۷ھ مطابق ۱۶ر مئی ۱۸۲۲ء میں جدہ پہونچے اور ۲۸ر شعبان کو حرم میں داخل ہوئے۔

اس مقدس مقام میں بھی آپ کا فیض جاری رہا، امام حرم اور مفتی مکہ اور دوسرے عرب علماء آپ کے مرید ہوئے اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے عمائد اور سربرآوردہ علماء نے آکر آپؒ سے فیض حاصل کیا، رمضان مبارک مکہ مکرمہ میں گذرا، ایام حج میں عقبۂ اولی میں جہاں انصار کی پہلی جماعت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور ہجرت کی بنیاد پڑی تھی ساتھیوں

www.abulhasanalinadwi.org

سے آپ نے جہاد کی بیعت لی۔

مکہ مکرمہ سے آپؒ نے مدینہ کا عزم کیا اور وہاں قیام فرمایا، وہاں بھی علماء ومشائخ اور عوام و خاص کا رجوع عام ہوا، مدینہ سے مکہ مکرمہ واپس ہوئے آپ نے دوسرا رمضان بھی مکہ میں گذارا اور دوسرا حج ادا کر کے رائے بریلی یکم رمضان ۱۲۳۹ھ ۳۰/اپریل ۱۸۲۴ء کو واپس ہوئے۔

وطن کے مشاغل

یکم رمضان ۱۲۳۹ھ ۳۰/اپریل ۱۸۲۴ء سے ۷/جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ ۱۷/جنوری ۱۸۲۶ء تک ایک سال دس مہینے رائے بریلی قیام رہا، یہ زندگی کا آخری قیام تھا، اس زمانۂ قیام کے اہم مشاغل میں جہاد کی ترغیب ودعوت اور رفقاء کی ایمانی اور عملی تربیت شامل تھی، یہ مدت ایسی فضا اور ماحول میں گذری جس میں ایک طرف دینی جذبات اور ایمانی کیفیات کی ترقی اور نشو ونما کا سامان تھا، اور دوسری طرف جفا کشی، مجاہدے، سادہ اور سپاہیانہ زندگی اور خود شکنی کی تعلیم تھی، اس پوری مدت میں آپ کا گاؤں (دائرے شاہ علم اللہؒ) علمی وروحانی تربیت گاہ بنا رہا۔

ہجرت کی ضرورت

ہندوستان میں اس وقت اسلام کی بے بسی اور اہل علم ودین کی بے بسی کا جو حال تھا اس کا پورا نقشہ سید صاحبؒ کی آنکھوں میں تھا، غیر اسلامی قوتوں کا غلبہ آپ دیکھ رہے تھے، خصوصاً پنجاب کے مسلمانوں کی مظلومیت نا قابل برداشت حد تک پہونچ چکی تھی، وہاں کے مسلمان غلامی کی ذلیل زندگی گذار رہے تھے اور پوری قوم بے اعتمادی، محرومی، اور بے عزتی کا شکار تھی، مسلمانوں کی املاک وجائیداد بات بات پر ضبط ہوجاتی تھی، لاہور کی مشہور شاہی مسجد کے حجروں میں شاہی اصطبل تھا، متعدد مقامات پر اذانوں پر پابندی اور بہت سے اسلامی شعائر پر بندش تھی، اس غلامی اور حقارت آمیز طرزِ عمل سے مسلمانوں میں مایوسی اور بے چینی پیدا ہوگئی تھی۔

اس وسیع سرحدی صوبہ میں فوجی قابلیت رکھنے والی مسلمان نسلوں کا مرکز تھا اور وہاں

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمان واضح اکثریت میں تھے، مسلمانوں کی ذلت ومحکومیت اور ایسی غیر مسلم طاقت کو جس کو مسلمانوں سے خصوصی عناد تھا آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا، یہ دہلی کے مرکز اور پورے شمال مغربی ہندوستان کے لئے نیز صوبہ سرحد اور افغانستان کے لئے بھی ایک مستقل خطرہ تھا، سید صاحبؒ اور ان کے رفقاء کی بہت بڑی دور بینی اور سیاسی بصیرت تھی کہ انہوں نے اس خطرہ کو محسوس کیا اور اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں میں پنجاب کو اولیت دی۔

ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط، مسلمانوں کی آپس میں خانہ جنگی اور انتشار اور اسلام کے زوال کے مشاہدوں نے آپ کو بے چین کر دیا، آپ کے نزدیک اعلاء کلمۃ اللہ اور بلادِ اسلامیہ کے استخلاص کی ضرورت ہر غیور اور فرض شناس مسلمان سے جہاد کا مطالبہ کر رہی تھی، آپ کی نظر میں جہاد دین کا ایک نہایت اہم شعبہ اور تکمیلی قدم تھا اور جہاد کا مقدمہ ہجرت کو سمجھتے تھے، اس لئے کہ اس وقت کے حالات میں جہاد بغیر ہجرت کے مشکل تھا، آپ کو قرآن مجید کی صریح آیات اور واضح احادیث کے پیش نظر تعمیل کے جذبہ نے اس پر ابھارا، رضا اور محبت الٰہی کے شوق نے آپ کے دل کو گدگدایا، ان حقائق نے آپ کے دل میں جہاد کا عزم راسخ پیدا کر دیا۔

سید صاحب کے نزدیک اگرچہ مقصود اصلی ہندوستان تھا جیسا کہ آپ کے بہت سے خطوط سے جو آپ نے ہندوستان کے والیانِ ریاست اور بیرون ہند، مسلمان فرمانروا کو لکھے، واضح ہوتا ہے، لیکن پنجاب میں جس پر رنجیت سنگھ کی باقاعدہ حکومت قائم ہوگئی تھی، اور مسلمان ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے اس لئے انکی فوری امداد کی ضرورت تھی، نیز فوجی مصالح اور سیاسی تدبر کا تقاضہ تھا کہ یہ مہم ہندوستان کے شمالی مغربی سرحد سے شروع کی جائے، جو طاقتور اور پر جوش افغانی قبائل کا مرکز تھا جن کے بہت سے اعزہ، افراد خاندان آپ سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے اور آپ کے لشکر میں شامل تھے، انہوں نے امید دلائی تھی کہ وہ قبائل اس مقصد کے سلسلہ میں آپ کی رفاقت ونصرت کریں گے، نیز وہاں سے آزاد اسلامی ممالک کی ایک زنجیر شروع ہوتی تھی جو ترکی تک چلی گئی تھی، آپ شروع ہی سے اس کام کے لئے اپنے کو اور اپنی جماعت کو تیار کر رہے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہجرت

دوشنبہ ۷ر جمادالآخرہ ۱۲۴۱ھ ۱۷ر جنوری ۱۸۲۶ء میں اپنے وطن رائے بریلی کو خدا حافظ کہا، ہندوستان کے شمالی مغربی سرحد پہونچنے کے لئے آپ نے صوبجات متحدہ مالوہ کے علاقوں اور راجپوتانہ، مارواڑ، سندھ، بلوچستان، افغانستان اور صوبہ سرحد کے ریگستانوں، میدانوں، پہاڑوں، دروں، جنگلوں اور دریاؤں اور دلدلی علاقوں کو طے کیا، جن کو طے کرنا ایک مستقل جہاد تھا، بعض جگہ پانی کی قلت، سامانِ خوراک کی کمی، راہ کی خشکی، مقامات کی دشواری، قزاقوں کا خطرہ، بھوک اور پیاس کی شدت، اجنبی قوموں، اجنبی ملک، نئی زبانوں، نرم گرم مزاجوں کا سامنا کرنا پڑا، ان کے علاوہ شبہات اور اندیشے، تحقیقات وتجسس یہ تمام چیزیں پیش آئیں، آپ کے قافلہ میں دہلی اور اودھ دوآبہ کے شرفاء، سادات، علماء ومشائخ، امیر گھرانوں کے ناز وپروردہ اشخاص، اور بانکے جوان اور جوش جہاد سے سرشار نحیف وناتواں جسم رکھنے والے بھی تھے، یہ قافلہ چھ سوافراد پر مشتمل تھا۔

آپ نے پہلی منزل دلمو میں کی، پھر فتح پور، باندہ، جالون،..... گوالیار، ٹونک تشریف لے گئے، ہرجگہ اور ہر مقام پر لوگوں نے خوش آمدید کہا اور بیعت وارادت سے مشرف ہوئے، گوالیار میں مہاراجہ کی خواہش پر شرفِ ملاقات بخشا، مہاراجہ نے نذر پیش کی، گوالیار سے ٹونک تشریف لے گئے، ٹونک کے نواب امیر خاں نے (جن کے لشکر میں آپ چھ سال رہ چکے تھے) پر جوش استقبال کیا اور آگے کے سفر میں دور تک مشایعت کی، ٹونک سے اجمیر اور پالی ہوتے ہوئے مارواڑ کا نہایت دشوار گذار صحرا قطع کر کے مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے حیدر آباد سندھ پہونچے، راستہ میں ہزارہا مردوں، عورتوں نے بیعت کی اور بہت سے لوگ ساتھ ہوئے اس وقت سندھ خود مختاف حکمرانوں کے ماتحت تھا، جو ایک ہی خاندان کے افراد تھے، اور جن کے حدودِ حکومت میں لاکھوں کی تعداد جنگ جو اور جنگ آزما آباد تھے، اسی طرح

www.abulhasanalinadwi.org

ایک بڑی تعداد ان مشائخ کی تھی جن کے ماننے والے پورے سندھ میں پھیلے ہوئے تھے، ان سارے حضرات نے سید صاحبؒ کا استقبال کیا اور حمایت کا یقین دلایا، حیدر آباد کے والی میر محمد اور عمائد شیخ نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔

حیدر آباد میں ایک ہفتہ قیام کر کے پیر کوٹ گئے اور وہاں ایک دو ہفتے قیام کیا اور پھر شکار پور تشریف لے گئے، سندھ کے بزرگوں اور مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔

شکار پور سے چل کر مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے اور جہاد کی دعوت دیتے ہوئے چھتر بھاگ، اور ڈھاڈر گئے، ان تمام علاقوں میں علماء، صوفیاء اور اہلِ ملک نے دست بوسی اور زیارت کا شرف حاصل کیا، آپ نے پورے قافلے کے ساتھ درۂ بولان کا تنگ اور خطرناک راستہ طے کیا، درۂ بولان ایک قدرتی راستہ ہے جو قدرت الٰہی نے اولوالعزم فاتحین اور ضرورت مند مسافروں کے لئے اس طویل سلسلۂ کوہ کے اندر پیدا کر دیا ہے جو ہندوستان کو افغانستان سے جدا کرتا ہے، درۂ بولان سے گذر کر آپ شمال (کوئٹہ) پہونچے شال کے امیر نے بڑی ارادت مندی کا اظہار کیا اور علماء نے بیعت کی۔

افغانستان میں

شال سے چل کر قندھار تشریف لے گئے، اس وقت افغانستان پر بارک زئی بھائیوں کا قبضہ تھا، جو درانی کہلاتے تھے، قندھار پر پُر دل خاں، غزنی پر میر محمد خاں، کابل پر دوست محمد خاں اور سلطان محمد خاں اور پشاور پر یار محمد خاں حاکم تھے، ان بھائیوں کے درمیان بڑی نااتفاقیاں تھیں، اور وہ آئے دن خانہ جنگیوں کا شکار ہوتے رہتے تھے، سید صاحبؒ کا ایک عظیم کام یہ بھی تھا کہ وہ ان بھائیوں کے درمیان اتفاق پیدا کر کے ان کو مخالفینِ اسلام سے جہاد کرنے پر آمادہ کریں۔

آپ جب قندھار پہونچے تو حاکم قندھار نے آگے بڑھ کر استقبال کیا، اسی طرح شہر

www.abulhasanalinadwi.org

کے ہزار علماء، شرفاء، پاپیادہ استقبال کے لئے نکلے، ہجوم سے سڑکیں بند ہوگئیں، چار دن قندھار میں قیام رہا، ہر شخص آپ کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے کے لئے بیتاب اور بے قرار تھا، آپ قندھار سے غزنی تشریف لے گئے، چارسو کے قریب علماء اور فضلاء، مدارس کے طلبہ اور خانقاہوں کے مشائخ جوش جہاد سے سرشار، سر دینے کے لئے تیار ہوکر آپ کے ہمراہ ہو لئے، آپ نے ان میں سے دوستر (۲۷۰) کا انتخاب کیا اور اپنے ساتھ لے لیا، قندھار اور غزنی کے راستے آپ نے میر محمد خاں حاکم غزنی اور سلطان محمد خاں حاکم قابل کو خطوط لکھوائے اور اپنی آمد کی اطلاع اور مقصد کا اظہار اور تعاون کی خواہش کی، جب آپ غزنی پہونچے تو رؤسائے شہر اور اہل علم وفضل اور بے شمار آدمیوں نے سوار اور پاپیادہ دو کوس نکل کر آپ کا استقبال کیا، آپ نے سلطان محمود غزنوی کے مزار سے متصل لشکر کا پڑاؤ ڈالا اور وہاں بکثرت لوگ بیعت ہوئے۔

غزنی دو روز قیام کر کے قابل تشریف لے گئے، رؤساء اور عمائد سلطنت اور ہزارہا آدمی آپ کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آگئے، گھوڑوں اور ہجوم کی وجہ سے ایسی گرد اڑ رہی تھی کہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی، سلطان محمد خاں والی کابل اپنے تین بھائیوں کے ساتھ پچاس سواروں کی جمعیت لے کر استقبال کے لئے کھڑے تھے، آپ کابل میں ڈیڑھ مہینے ٹھہرے اور جہاد واصلاح وتبلیغ کا برابر چرچا رہا، آپ کی صحبت بابرکت سے عوام وخواص مستفید ہوتے رہے اور آپ کے قافلے کے ایمان پرور حالات اور جہاد کا جذبہ اور راہ مولیٰ میں جان دینے کا شوق دیکھ دیکھ کر اس مبارک قافلہ میں شریک ہو رہے تھے، آپ نے بارک زئی بھائیوں میں مصالحت کرانے کی پوری کوشش کی اور اس کے لئے چھ ہفتے قیام فرمایا لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی، مجبوراً آپ پشاور کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں مسلمان اس جوش وخروش کے ساتھ استقبال کرتے تھے جس کا مظاہرہ سارے سفر میں ہوتا رہا، پشاور میں تین روز قیام کر کے ہشت نگر میں چند روز قیام کرتے ہوئے اور مسلمانوں کو جہاد کے لئے تیار کرتے ہوئے نوشہرہ تشریف لے گئے جہاں سے جہاد جیسے محبوب عمل اور عبادات عظمی کا آغاز فرمایا، جو برسوں کی دعوت وتبلیغ اور جد وجہد کا ماحصل اور اس پر مشقت سفر کا مقصد تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اکوڑہ کی جنگ

نوشہرہ سے آپ نے حکومت لاہور کو اعلام نامہ بھیجا جس میں سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی گئی، ورنہ جزیہ دینے اور اطاعت کرنے کا مطالبہ کیا، اور ان دونوں مطالبوں کو قبول نہ کرنے کی صورت میں جنگ کی دھمکی دی، آخر میں یہ لکھا کہ تم کو شراب کی اتنی محبت نہ ہوگی جتنی ہم کو شہادت سے ہے، اس اعلام نامہ کے جواب میں حکومت لاہور نے سکھوں کا ایک بڑا لشکر مقابلہ کے لئے بھیج دیا، اس خبر کے ملتے ہی سید صاحب نے جنگ کی تیاری کی، اس وقت مجاہدین کے دماغوں میں جہاد کا عجیب نشہ تھا ہر ایک شوقِ شہادت سے سرشار ہو رہا تھا، سید صاحب کے ساتھیوں کی تعداد سات سو تھی اور حریف لشکر سات ہزار مسلح افراد پر مشتمل تھا، ۲۰ر جمادی الاولی ۱۲۴۲ھ ۲۰ر دسمبر ۱۸۲۶ء کو آدھی رات کے قریب اس مٹھی بھر جماعت کا اپنے سے دس گنے حریف کا مقابلہ ہوا، مجاہدین بڑی بے جگری سے لڑے اور دشمن پسپا ہونے لگا اور رات گذرتے گذرتے دشمن پوری طرح پسپا ہو چکا تھا، اس جنگ سے مسلمانوں کے دل بڑھ گئے اور آپ کی خدمت میں آکر مختلف قبیلوں کے سردار، علماء وعمائد بیعت ہونے لگے اور آپ کا ان پر اعتماد بڑھ گیا، آپ نے سرداروں میں صلح کرائی، قلعہ ہنڈ کے سردار غاوے خاں بھی آکر مرید ہوا اور اس کی خواہش پر آپ نے اپنے قافلہ کے ساتھ قلعہ ہنڈ میں تین ماہ قیام کیا۔

حضرو کا چھاپہ اور بیعت امامت

اکوڑہ کی جنگ کے بعد ملکی لوگوں نے سید صاحبؒ سے خواہش کی کہ حضرو جو ایک بڑی منڈی تھی، اور سکھوں کی عملداری میں تھی، شبخون مارا جائے، سید صاحب نے اجازت مرحمت فرمادی، مگر خود شریک نہیں ہوئے، اس شبخون میں ملکی اور مقامی لوگوں نے مال غنیمت لوٹنے میں بڑی بے عنوانیاں کیں، انھوں نے سید صاحبؒ کے احکام کے پروانہ کی اور بلا کسی نظام وضابطہ کے جو جی میں آیا کیا، اس لئے علماء لشکر کا یہ متفقہ فیصلہ ہوا کہ سب سے زیادہ ضروری اور مقدم کام

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ہے کہ اپنا ایک امام اور امیر مقرر کیا جائے تا کہ اس کی قیادت و امارت میں جہاد ہو۔

چنانچہ ہنڈ میں ۱۲ر جمادالثانیہ ۱۲۴۲ھ ۱۳ر جنوری ۱۸۲۷ء کو بالاتفاق سید صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت و امامت و خلافت کر لی گئی، خاوے خاں، اشرف خاں، فرح خاں، بہرام خاں اور چھوٹے بڑے جتنے خان اور رئیس تھے، سب نے آ کر بیعتِ امامت کی، اس کے علاوہ علماء ہندوستان نے آپ کی امامت کو قبول کیا، سید صاحب نے بیعت امامت کی اطلاع کے خطوط اور دعوت نامے سارے سرداروں، والیان ملک، علماء و مشائخ و رؤسائے ہندوستان کو بھیجے، حاکمان پشاور سردار یار محمد خاں سلطان محمد خاں وغیرہ نے آپ کی مقبولیت اور للّٰہیت کو دیکھا تو بڑی جماعت کو لے کر آئے اور بیعت کر لی، آپ نے امیر منتخب ہونے کے بعد پورے علاقہ میں شرعی نظام قائم کر دیا اور ہر طرف شریعت کے احکام جاری کر دیئے، اور سارے فیصلے قانون شریعت کے مطابق ہونے لگے، احتساب کا ایسا اثر ہوا کہ دور دور تک کوئی بے نمازی نہیں ملتا۔

شیدو کی جنگ اور زہر خورانی

سید صاحب کی امامت و خلافت سے یہ پورا علاقہ ایک متحدہ ملک بن گیا، چھوٹے بڑے سرداروں کی خود مختاری گویا ختم ہو گئی تو ان کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی، اگرچہ وہ فضا اور ماحول سے کے مجبور ہو کر سید صاحب سے بیعت ہو گئے اور آپ کی امامت و خلافت کو قبول کیا، مگر اندرونی طور پر آپ کے درپے آزار ہو گئے اور در پردہ دربار لاہور سے ساز باز کرنے لگے۔

سکھوں سے کئی جھڑپیں اور چھیڑ چھاڑ کے بعد انھیں سرداروں میں جن کی زبانیں سید صاحبؒ کے ساتھ تھیں اور دل دربار لاہور کے غلام تھے، یہ خواہش ظاہر کی کہ سکھوں کے خلاف ایک منظم اور فیصلہ کن جنگ کی جائے ان سرداروں کے مشورے اور خواہش پر شیدو کا میدان انتخاب کیا گیا، اور جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں، کہ ایک رات ان منافقین کی طرف سے سید صاحبؒ کے کھانے میں زہر ملا دیا گیا، اس وقت مسلمانوں کی فوج میں ملکی اور غیر ملکی سب

www.abulhasanalinadwi.org

تھے، سارے سردار اپنی فوج کے ساتھ شریک تھے، لڑائی کا نقشہ مسلمانوں کے حق میں جارہا تھا کہ اچانک پشاور کے سردار سکھوں سے مل گئے، سلطان یار محمد خاں اپنے ساتھیوں سمیت میدان جنگ سے فرار ہو گیا، اس لڑائی کے بعد سید صاحب کا مقابلہ اب صرف سکھوں سے نہ رہا بلکہ سکھوں کے ساتھ سرداران پشاور اور ملکی لوگوں سے بھی ہوا اور منافقوں کی ایک فوج سید صاحب کے مقابل آ گئی۔

پنجتار میں

اس نئی صورت حال کے پیش نظر فتح خان والی پنجتار کی خواہش پر آپ ہنڈ سے پنجتار تشریف لے گئے اور اس کو اپنا مرکز بنایا، پنجتار علاقہ سوات کے قریب پہاڑوں کے بیچ ایک محفوظ مقام تھا، طویل عرصہ تک یہ پنجتار مجاہدین کا مستقر رہا، اس کو اسلام کی چھاؤنی اور اصلاح وارشاد کا مرکز بننے کی سعادت ملی، یہ چھوٹی سی پہاڑی مجاہدین کی ایک بارونق چھاؤنی تھی جس کا کونہ کونہ مجاہدوں اور عابدوں سے آباد اور ذکر وتلاوت، جہاد اور مجاہدوں، محبت واخوت، خدمت وایثار سے گلزار تھا۔

پنجتار کے مستقر بننے اور آباد ہونے سے خاوے خاں والی ہنڈ کو بڑی تشویش ہوئی اور حسد پیدا ہوا وہ سید صاحبؒ سے کبیدہ خاطر ہوا اور نقصان پہونچانے کے درپے ہو گیا، شیدو کی جنگ غیر متوقع اور دل شکن واقعہ سے سید صاحب کے عزم وہمت اور دعوت جہاد کے انہماک میں فرق نہیں آیا، آپؒ نے بنیر اور سوات اور پھر ہزارہ کا دورہ کیا یہ دورہ تبلیغ وافادہ، ہدایت اور جہاد کی تبلیغ کے لحاظ سے بہت کامیاب رہا، آپ نے پنجتار سے پکھلی کا سفر کیا جو سوات کا مرکز ہے، اور وہاں ایک سال قیام کیا، اسی قیام کے دوران میں مولانا عبدالحیؒ کا انتقال ہو گیا جن کی حیثیت لشکر میں شیخ الاسلام کی تھی اور سید صاحب خود ان کا بڑا احترام فرماتے تھے۔

رنجیت سنگھ کے فرانسیسی جنرل سے مقابلہ

رنجیت سنگھ کے ایک فرانسیسی جنرل ونٹورا نے دس بارہ ہزار فوج کے ساتھ مجاہدین پر

www.abulhasanalinadwi.org

حملہ کر دیا اور خاوے خاں والی ہنڈ نے وینٹورا کی مدد کی، جنرل وینٹورا نے مجاہدین کا جوشِ جہاد اور شوقِ شہادت دیکھ کر پسپا ہوتے ہوئے لاہور واپس ہو گیا، کئی ماہ بعد فرانسیسی جنرل وینٹورا نے دوبارہ پیش قدمی کر کے سمہ کا رخ کیا، خاوے خاں نے اس کا استقبال کیا اور در پردہ اس کی مدد کی، سید صاحب نے وینٹورا کی آمد پر اہل علاقہ کو اس کی خبر دی اور خطوط لکھوائے اور ایک دفاعی دیوار تیار کرائی، مجاہدین نے سید صاحب کے ہاتھوں پر موت کی بیعت کی، وینٹورا نے دیکھا کہ مجاہدین پہاڑوں، چوٹیوں اور دروں میں پھیلے ہوئے ہیں تو خوف اور رعب سے واپس ہو گیا، مجاہدین کی استقامت اور عند اللہ مقبولیت کا چرچا اطراف و جوانب میں ہوا اور لوگ جوق در جوق آنے لگے، اور بیعت ہونے لگے، سید صاحب نے دیہاتوں اور قصبات کا دورہ کیا اور نظامِ شرعی کو مستحکم کیا، خاوے خاں نے باوجود افہام و تفہیم کے دشمنوں سے ساز باز کی اس بناء پر سید صاحبؒ نے مجبوراً قلعہ ہنڈ پر حملہ کر کے اس تسخیر کو کر لیا، اس حملہ میں خاوے خاں مقتول ہوا۔

جنگ زیدہ اور یار محمد خاں کا قتل

امیر خاں جو خاوے خان کا بھائی تھا سردار یار محمد خاں سے جس نے سید صاحب کو شیدو کی جنگ میں زہر دلوایا تھا مل گیا اور اس سے ساز باز کی، سید صاحب نے یار محمد خاں سے گفتگو کی اور اس کو افتراق و انتشار اور فتنہ انگیزی سے باز رکھنا چاہا، مگر اس نے باز آنے کے بجائے زیدہ کے مقام پر مجاہدین کے مقابلہ میں جنگ چھیڑ دی، مجاہدین کی استقامت اور ثبات قدمی سے درانی لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور مجاہدین کا توپوں پر قبضہ ہو گیا، پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور یار محمد خاں مقتول ہوا، درانیوں نے قلعہ ہنڈ پر جو مجاہدین کے قبضہ میں تھا، حملہ کر دیا مجاہدین اس وقت پچاس ساٹھ کی تعداد میں تھے، انھوں نے جم کر مقابلہ کیا اور اس حملہ کو ناکام بنا دیا۔

اس زمانہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مجاہدین پشاور پر جو درانیوں کے قبضہ میں تھا حملہ کرنے والے ہیں درانیوں نے ہنڈ سے ہٹ کر پشاور کا رخ کیا، اس عرصہ میں حشرہ اور امب پر مجاہدین نے قبضہ کر لیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحب کا خیال تھا کہ کشمیر کی طرف بڑھا جائے اس کے لئے ضروری تھا کہ پھولڑے پر قبضہ ہو اس لئے اپنے بھانجہ سید احمد علی کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ کی، سکھوں نے اس جماعت پر اچانک حملہ کر دیا، اچانک حملہ سے مجاہدین شہید ہو گئے اور خود سید احمد علی نے مردانہ وار جام شہادت پیا، سید صاحب نے امب میں قیام فرمایا اور قضاو اصلاح اخلاق کا نظام جاری کیا۔

جنگ مایار

سلطان محمد خاں نے مجاہدین سے ایک فیصلہ کن جنگ کا عزم کر لیا اس نے درانیوں کی ایک بڑی فوج اپنے ساتھ لی، وہ جمکنی سے ہو کر چارسدے میں پہونچا، سید صاحب نے بھی اپنے رفقاء کو لے کر تورو میں اپنا خیمہ نصب کر لیا اور سرداران پشاور کو آپس کی لڑائی سے باز رکھنا چاہا، مگر سرداران پشاور نے اس جذبۂ مصالحت کی قدر نہ کی، سلطان محمد خاں اور ان کے بھائی بھتیجوں سے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی، پوری فوج اس دروازے سے گزاری گئی جس سے قرآن مجید لٹک رہا تھا، تورو ہوتی کے درمیان مایار کے میدان میں ایک خونریز جنگ ہوئی، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور شیخ ولی محمد صاحب نے توپوں پر قبضہ کر لیا، درانیوں کے قدم اکھڑ گئے اور مجاہدین کو فتح مبین حاصل ہوئی اس جنگ میں مجاہدین کی شجاعت وجاں بازی، قوت ایمانی، تسلیم و رضا اور شوق آخرت کے ایسے مناظر سامنے آئے جنھوں نے قرون اولیٰ کی یاد تازہ کر دی۔

پشاور کی فتح اور سپردگی

سید صاحبؒ نے مایار کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد پشاور کا قصد کیا جو شمالی مغربی علاقے میں لاہور اور کابل کے بعد دوسرا اہم شہر اور صوبہ سرحد کا قدیم سے مرکز اور دارالحکومت تھا، حالات نے اب اس پر مجبور کر دیا کہ پشاور کو براہ راست اپنے انتظام میں لے لیا جائے، سلطان

www.abulhasanalinadwi.org

محمد خاں نے جب یہ دیکھا کہ مجاہدین نے پشاور پر قبضہ کرنے کا عزم کرلیا ہے تو وہ اپنے افراد خاندان اور رفقاء کو لے کر پشاور سے باہر چلا گیا، اور وہاں سے سید صاحب سے نامۂ پیام شروع کیا، آپ پشاور میں داخل ہوئے تو اہل شہر آپ کی آمد سے بہت مسرور ہوئے، جگہ جگہ شربت کی سبیلیں لگائیں اور چراغاں کیا، لشکر نے قرون اولیٰ کی اسلامی افواج کی طرح اپنی اسلامی سیرت وتربیت، احتیاط وامانت کا پورا مظاہرہ کیا، سلطان محمد خاں نے صلح کی پیش کش کی اور تابعداری کا عہد کیا اور حلف شرعی کے ساتھ وعدہ کیا کہ پشاور دوبارہ اس کے سپرد کر دیا جائے، وہ شرعی نظام جاری کرے گا اور اس ملک کو اسلامی حکومت بنائے گا، سید صاحبؒ نے اس بناء پر کہ انہوں نے ملک گیری کے لئے نہیں بلکہ اسلامی حکومت کے قیام اور شریعت کے نفاذ کے لئے یہ سفر اختیار کیا تھا اور اس میں ان کو کسی دوسرے پر ترجیح خاص نہیں کی اس کی پیش کش کو قبول کر لینے اور اس کو پھر ایک موقع دینے کا فیصلہ کرلیا، پشاور پھر سلطان محمد خاں کی سپردگی میں دے دیا گیا، اور آپ پشاور سے روانہ ہو کر پنجتار واپس ہو گئے۔

قضاۃ ومحصلین کا قتل عام

نظام شرعی کے قیام، عمال ومحصلینِ زکوۃ کے تقرر احکام شرعی کے نفاذ میں سرداران قبائل بالخصوص سلطان محمد خاں اور دنیادار علماء جن کے مالی و دنیاوی مفادات پر اثر پڑتا تھا اپنا صریح نقصان نظر آیا، اور انھوں نے ان پابندیوں سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

پشاور کی سپردگی کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ سلطان محمد خاں نے ایک سازش تیار کی، اس نے عوام وخواص میں مجاہدین کو بدنام کیا اور علماء سوء سے ایک محضر پر دستخط لئے کہ سید صاحب اور مجاہدین کے عقائد وخیالات فاسد ہیں، پشاور اور سمہ کے پورے علاقے میں سید صاحب کے مقرر کئے ہوئے حکومت شرعیہ کے ان عمال محصلین، قضاۃ، محتسبین اور غازیوں کو جو پنجتار کے علاوہ پورے علاقہ میں جابجا متعین اور مقرر تھے بیک دفعہ قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا اور نہایت بے دردی کے ساتھ ان کا قتل عام کرا دیا، کوئی نماز میں شہید ہوا، کوئی مسجد میں پناہ لینے کی حالت میں

www.abulhasanalinadwi.org

اور کوئی لڑتے ہوئے مارا گیا، ان ظالموں نے علماء و سادات عورتوں اور غیر مسلموں کی سفارش اور درخواست رحم کی بھی پرواہ نہ کی اور ان کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا، یہ سالہا سال کی تربیت کا نتیجہ عمر بھر کی کمائی اور ہندوستان کا عطر فانتخاب تھے۔

ہجرت ثانیہ

اس سفاکانہ قتل سے سید صاحب کا دل ٹوٹ گیا، مقامی لوگوں کی بیوفائی، احسان فراموشی اور ظلم و بربریت سے اتنے دل شکستہ ہوئے کہ اس مقام سے ہجرت کا ارادہ کر لیا آپ نے پہلے علماء و خوانین کو پنجتار میں جمع کیا، واقعہ ہائلہ اور اسکے اسباب کی تحقیق کی اپنی آمد کے مقاصد اور اپنی کوششوں کا ذکر کیا جب آپ کو یقین ہو گیا کہ آپ کے رفقاء اس معاملہ میں محض بے قصور و مظلوم تھے اور مقامی آبادی کا ذہن و دامن پاک و صاف نہیں ہے تو آپ نے ہجرت کا پختہ ارادہ کر لیا۔

جب ہجرت کی خبر گرم ہوئی تو مقامی علماء و سادات اور مخلصین کی جماعت اور معتقد خوانین جو پنجتار میں مقیم تھے بہت فکر مند اور رنجیدہ ہوئے، اور جوق در جوق لوگ آکر سید صاحب سے ہجرت نہ کرنے کی درخواست کرنے لگے، لیکن آپ اس پر راضی نہ ہوئے، اس لئے کہ آپ کو اس کا علم ہو چکا تھا کہ سلطان محمد خاں کی سازش اور عمال و محصلین کے بے دردانہ قتل کے منصوبے میں فتح خاں اور اسکے قبیلے کے لوگوں کی بھی شرکت تھی اور انہوں نے خود وہاں بھی قیام کرنے کے لئے کوئی درخواست نہیں کی، بلکہ رازداری کے طور پر اس فیصلہ کی تائید کی، لیکن آپ نے بجائے کوئی انتقامی کارروائی کرنے کے فتح خاں کے ساتھ عفو و درگذر اور احسان مندی کا معاملہ کیا اور ان کو تحائف و ہدایا سے بھی سرفراز کیا لیکن اس علاقہ سے ہجرت کرنے کے عزم میں کوئی تزلزل پیدا نہیں ہوا، آپ فتح خان سپرد پنجتار کا علاقہ کر کے کوچ فرما گئے، موضع راج دواری میں قیام فرمایا، راستہ میں سمہ (جہاں غازی، قضاۃ اور محصلین شہید فرما گئے تھے) کے لوگ دوڑے

www.abulhasanalinadwi.org

دوڑے آئے اور واپس چلنے کی درخواست کی آپ نے فرمایا "لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین" (ایک سوراخ سے مومن دوبار نہیں ڈسا جاتا)۔

کشمیر کی طرف

آپ نے آئندہ اپنے اصلاحی و مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرکز بنانے کے لئے کشمیر کا انتخاب کیا، اور اپنے بچے کھچے انسانی سرمایہ اور ان جاں نثار و باوفا رفقاء کو لے کر جو اس بے سروسامانی اور اشتباہ والتباس کی حالت میں بھی آپ کا ساتھ چھوڑنے کے لئے کسی طرح تیار نہ تھے، کشمیر کا رخ کیا، جو ایک وسیع اور محفوظ وادی ہے، اور اس کو وہ قدرتی استحکامات حاصل ہیں جن سے ایک ہوش مند قیادت بہت فائدہ حاصل کر سکتی ہے، نیز اس کے ذریعہ سے ایک طرف ہندوستان پر اثر انداز ہوا جا سکتا تھا، دوسری طرف وسط ایشیاء کے ان اسلامی ممالک سے جو نسلی اور فوجی حیثیت سے بڑی اہمیت رکھتے تھے اور جنھوں نے زمانہ سابق میں مضبوط اسلامی سلطنتیں قائم کیں تھیں، روابط پیدا کئے جا سکتے تھے۔

بالاکوٹ میں

اس زمانہ میں پکھلی اور وادی کاغان کے رؤساء اور اہل علاقہ کی امارت و ریاست کچھ تو سکھوں کے حملوں اور کچھ آپس کی ناچاقیوں سے تزلزل میں تھی، یہ سب سید صاحب کی مدد کے طالب تھے، نیز ان کی ریاستیں کشمیر جانے والے راستہ میں پڑتی تھی جس کو سید صاحب اپنا مرکز بنانا چاہتے تھے اور یہ دوسری ہجرت اسی طرف ہو رہی تھی، لہٰذا سب کو مدد دینے اور ان کی حمایت اور فوجی قوت حاصل کرنے اور کشمیر کی طرف بڑھنے کی تیاری کرنے کے لئے سب سے موزوں مقام بالاکوٹ تھا، جو وادی کاغان کے جنوبی دہانے پر واقع ہے، یہاں پہونچ کر وادی کو پہاڑی دیوار نے بند کر دیا ہے اور دریائے کنہار کے منفذ کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے، پہاڑ کی دیواریں متوازی چلی گئی ہیں، بیچ میں وادی ہے جس کا عرض آدھے میل سے زیادہ نہیں ہے، اسی

www.abulhasanalinadwi.org

خلا میں دریائے کنہار گذرا ہے بالاکوٹ کے مشرق میں کالوخان کا بلند ٹیلہ اور مغرب میں مٹی کوٹ کا ٹیلہ ہے۔

یہ دوسرا سفر ہجرت بھی نہایت پر مشقت اور پر خطر تھا، پہاڑوں کی چوٹیاں اور وادیاں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں، راستے نہایت پیچدار اور نشیب و فراز کے تھے، راستہ میں رسد اور بار برداری کا کوئی انتظام نہ تھا، یہ سفر بھی آپ کی بلند ہمتی اور اولوالعزمی اور رفقاء کی جفاکشی، قوتِ ایمانی اور صبر و تحمل اور اپنے مقصد سے عشق کا آئینہ دار ہے، آپ پنجتار سے مختلف مقامات ہوتے ہوئے سچیون پہونچے اور وہاں سے بالاکوٹ کا رخ کیا، سچون سے ۵/ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ ۱۷/اپریل ۱۸۳۱ء کو کوچ کر کے بالاکوٹ میں داخل ہوئے۔

آخری جنگ اور شہادت

شاہزادہ شیر سنگھ (جو اپنے والد مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے مجاہدین سے آخری جنگ کی مہم پر مامور تھا) جب معلوم ہوا کہ سید صاحب اپنے غازیوں کے ساتھ بالاکوٹ میں مقیم ہیں تو اس نے سکھوں کی ایک بڑی فوج لے کر دریائے کنہار تک مشرقی کنارے، بالاکوٹ سے دو ڈھائی کوس پر پڑاؤ ڈالا اور دھیرے دھیرے وہ لشکر بالاکوٹ کے قریب پہونچ گیا۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ سکھوں کا لشکر مٹی کوٹ سے اتر کر بالاکوٹ پر حملہ کریگا تو ایک مؤثر اور فیصلہ کن جنگ کے انتظامات کے گئے، قصبے کا جائے وقوع اور میدان جنگ کی طبعی کیفیت مجاہدین کے لئے سازگار تھی۔

راجہ شیر سنگھ بالاکوٹ کی اس طبعی صورت کو دیکھ کر اس کو تسخیر کرنے سے مایوس ہونے لگا اور واپس ہونے کا ارادہ کر رہا تھا کہ مقامی لوگوں میں سے کسی نے قصبے تک پہونچنے میں اس کی رہنمائی کی اور دیکھتے دیکھتے شیر سنگھ کی فوج مٹی کوٹ پر ۲۴/ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ ۶/مئی ۱۸۳۱ء کو مور و ملخ کی طرح چھا گئی، مٹی کوٹ سے اتر کر شیر سنگھ کی فوج نے غازیوں پر یورش کر دی، سید صاحب آگے آگے اور مجاہدین پیچھے پیچھے تھے، سکھوں کی گولیاں اولوں کی طرح برس رہی

www.abulhasanalinadwi.org

تھیں آپ نے آگے بڑھ کر تکبیر کہی اور دشمنوں کی طرف بڑھے اور جس طرح شیر اپنے شکار پر جاتا ہے اس سرعت سے آپ جا رہے تھے، پچیس تیس قدم کھیت میں ایک بڑا سا پتھر زمین سے نکلا ہوا ہے آپ اس کی آڑ میں جا کر ٹھہرے اور آپ نے اور آپ کے غازیوں نے بندوقوں کی پھر قرابینوں کی باڑھ ماری، ان باڑھوں سے بے شمار دشمن مقتول ہوئے اور منہزم ہو ہو کر پہاڑ پر واپس ہونے لگے، مجاہدین پہاڑ کی جڑ تک پہونچ گئے دشمنوں کی ٹانگیں پکڑ پکڑ کر کھینچنے لگے اور تلواریں مار مار کر ہلاک کرنے لگے۔

اسی اثناء میں سید صاحب لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے مجاہدین کو آپ کی شہادت کا یقین ہونے لگا وہ آپ کو تلاش کرنے لگے ادھر مولانا محمد اسمٰعیل کے سر میں گولی لگی اور وہ بھی شہید ہو گئے دشمنوں نے دیکھا کہ مجاہدین ان کی شہادت سے سراسیمہ ہو رہے ہیں تو انہوں نے تازہ اور بھرپور حملہ کر دیا اور بندوقوں کی مسلسل باڑیں ماریں جس سے بہت سے مجاہدین شہید ہو گئے اور لڑائی کا نقشہ پلٹ گیا، بڑے بڑے علماء مشائخ اور مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور بڑے بے جگری سے لڑ کر جانیں دیں اس معرکہ میں تین سو سے زیادہ مجاہد شہید ہوئے۔(۱)

(۱) جب ایمان کی باد بہاری چلی صفحہ ۴۱

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت کے مشہور رفقاء

مولانا عبدالحیؒ بڈھانوی

عبدالحی بن ہبۃ اللہ بن نوراللہ، وطن بڑھانہ ضلع مظفرنگر، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے آپ کے دوگونہ رشتے کا ہمیں علم ہے: اول یہ کہ مولانا عبدالحی کی پھوپھی شاہ صاحب کی اہلیہ تھیں، دوسرے شاہ صاحب کی ایک صاحبزادی کی شادی مولانا عبدالحی سے ہوئی۔ اغلب ہے، پھلت والوں کی طرح مولانا کے خاندان کی رشتہ داریاں بھی پہلے ہی سے شاہ صاحب کے خاندان سے ہوں، شاہ صاحب کی صاحبزادی سے مولانا کے کوئی اولاد نہ ہوئی، تعلیم دہلی ہی میں خود شاہ صاحب اور ان کے بھائیوں سے پائی، چونکہ بہت قریبی رشتہ دار تھے اس لئے شاہ عبدالعزیزؒ بہت شفقت فرماتے تھے اور مولانا عبدالحی اپنے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے باعث زیادہ سے زیادہ شفقت کے مستحق تھے۔ مولانا نسبتاً صدیقی تھے۔ ''ابجد العلوم'' میں مرقوم ہے کہ شاہ عبدالعزیز کے شاگردوں میں سے فقہ حنفی مولانا سے بہتر کوئی نہ جانتا تھا، اور درسیات میں بھی ان سے زیادہ ماہر کوئی نہ تھا۔

ملازمت: انگریزوں کو ابتدائے حکومت میں اس بات کی بڑی خواہش وجستجو تھی کہ خاندانی اور ذی وجاہت علماء افتا وصدارت کے مناصب قبول کرلیں، تاکہ شمالی ہند میں انگریزی حکومت عوام کے نزدیک مقبول ہوسکے، چنانچہ میرٹھ میں مفتیٔ عدالت کا عہدہ خالی ہوا، تو کوشش کی گئی کہ شاہ عبدالعزیزؒ مولانا عبدالحی کو یہ عہدہ قبول کرلینے کی اجازت دے دیں، اور انہوں نے اجازت دے دی، یوں کچھ مدت تک مولانا عبدالحی میرٹھ میں مفتیٔ عدالت بھی رہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بیعت: سید صاحب نواب امیر خاں کا ساتھ چھوڑ کر دہلی آئے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک مستقل جماعت کی تاسیس کا انتظام کرنے لگے تو مولانا عبدالحی کو سید صاحب سے کسب فیض کا موقع ملا، جس کی کیفیت ''سیرت سید احمد شہیدؒ'' میں پیش کی جا چکی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا عبدالحی نے شاہ عبدالعزیزؒ کے مشورہ کے مطابق سید صاحب سے نماز حضور قلب کے متعلق سوال کیا، سید صاحبؒ نے فرمایا، کہ مولانا! بات چیت سے تو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، اٹھیے اور میرے پیچھے دو رکعت نماز پڑھیے، اس کے بعد مولانا نے بیعت کر لی اور شاہ اسمٰعیل بھی انہیں کی ترغیب سے سید صاحبؒ کے مرید ہوئے۔

نواب صدیق حسن نے ''وصایا'' میں اس واقعہ کا ذکر یوں کیا ہے کہ مولانا نے صحابہ کرامؓ کی نماز کا اشتیاق ظاہر کیا تھا۔ سید صاحب نے ترکیب بیان فرمادی، مولانا نے نماز عشاء کے بعد اسی ترکیب کے مطابق دو رکعت نفل کی نیت باندھی۔ سید صاحب حجرے کے دروازے پر بیٹھ گئے، مولانا نے پوری رات انہیں دو رکعتوں میں گزار دی۔ بس اس وقت سے سید صاحب کے ساتھ ایسی عقیدت اور راہ ایمان پر ایسی استقامت نصیب ہوئی کہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے مجھے ایسے شیخ کی خدمت میں پہنچایا گویا حضرت خضر کی زیارت نصیب ہوئی۔ لیکن مجھے ان سے ملنے کے سوا کوئی نذر نہیں کہ اپنے لیے دعا کراؤں۔

رفاقت: مولانا جب سے مرید ہوئے سید صاحب کی رفاقت نہ چھوڑی، سفر و حضر میں اکثر ساتھ رہے، سفر حج میں بھی ساتھ تھے، اور سید صاحب کے جہاز میں حجاز پہنچے تھے۔ اسی سفر میں یمن کے مشہور محدث قاضی محمد بن علی شوکانی سے مکاتبتاً حدیث کی سند لی، اور ان کی کتاب ''موضوعات'' مولانا ہی ہندوستان لائے۔ رد بدعات، احیائے سنن اور ترغیب جہاد میں مسلسل وعظ فرماتے رہے۔ وعظ کا آغاز رمضان میں ہوا تھا، جب لوگ بکثرت شامل ہونے لگے تو شاہی مسجد میں اجتماع ہونے لگا۔ مولانا رشید الدین مرحوم نے بدعات و محدثات کے متعلق آپ کا اور شاہ اسمٰعیلؒ کا ایک مناظرہ بھی

www.abulhasanalinadwi.org

ہوا تھا، جس کی روئیداد آپ نے مرتب فرمادی تھی۔

ہجرت: مولانا، سید صاحبؒ کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے تھے، نواب وزیر الدولہ فرماتے ہیں کہ ٹونک پہنچنے کے بعد مولانائے موصوف، حاجی احمد اور مولانا عبدالقدوس کو مریدوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مقرر فرمادیا۔ میرا خیال ہے کہ انہیں بعض انتظامات کی تکمیل کے لیے روک دیا تھا۔ مولانا کو سید صاحبؒ سے مفارقت گوارا نہ تھی لیکن حکم کی بنا پر ٹھہر گئے تاہم ہر وقت انتظار تھا کہ سید صاحبؒ کب بلاتے ہیں۔ پانچ مہینے گزر جانے کے بعد سید صاحبؒ کی طرف سے نامۂ طلب صادر ہوا۔ مولانا نے فوراً سفر کا سامان تیار کیا اور روانہ ہوگئے۔ اگرچہ پرانی بیماریوں کے باعث بہت کمزور ہوگئے تھے لیکن سید صاحبؒ سے ملاقات کے شوق نے سب کچھ بھلا دیا۔ راستہ چلتے چلتے رفیقوں سے الگ ہو جاتے۔ سید صاحب کا خط نکال کر پڑھتے تو بے اختیار رقت طاری ہو جاتی۔ پھر شوق کی گرم جوشی سے تیز چلنے لگتے، جو شخص سامنے آتا کہتے مجھے سید صاحب نے طلب فرمایا ہے۔ غرض اس حال میں لمبا سفر طے کیا، جیسے عاشق محبوب کی خدمت میں جاتا ہے۔ سید صاحبؒ سے ملاقات کے بعد دوستوں کو جو خط لکھا، اس میں مرقوم تھا:

مجھ پر ویسی ہی حالت طاری ہوئی جس کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے وقت مومن کو جنت معلیٰ میں غوطہ دیں گے اور اس نے زندگی میں جو مصیبتیں اور مشقتیں برداشت کیں، ان کا رنج و ملال جان و تن سے دھل جائے گا۔

سفر کا راستہ: مولانا تھانیسر، مالیر کوٹلہ، ممدوٹ اور بہاول پور ہوتے ہوئے سرحد پہنچے تھے۔ مسافت کے طول اور مشقتوں کو مدنظر رکھیں تو مولانا کی شانِ عزیمت کا اندازہ ہو جاتا ہے اس کی سرسری کیفیت یہ ہے کہ نواح بہاول پور سے شکار پور تک کا پورا علاقہ زیرِ آب تھا۔ دس روز کی مسافت چھتیس روز میں طے کر کے بہاول پور سے شکار پور پہنچے، پھر بھاگ، حاجی اور مٹھڑی ہوتے ہوئے براہ بولان قندھار گئے۔ بیماری کے باعث وہاں تقریباً ڈیڑھ مہینہ رہے۔ قندھار سے ۸ شوال کو کابل، ۱۸ کو جلال آباد پہنچے، پھر پشاور کا راستہ چھوڑ کر مہمند اور باجوڑ کے مواضع میں

www.abulhasanalinadwi.org

سے ہوتے ہوئے چار باغ واقع سوات میں سید صاحب سے ملاقی ہوئے۔ شدید سردی، اور برف باری کا موسم کچھی (بلوچستان) میں گزارا۔ انہیں کے سفر ہجرت کو مولوی محمد جعفر مرحوم تھانیسری نے غلطی سے سید صاحبؒ کا سفر ہجرت قرار دے لیا حالاں کہ سید صاحب دوسرے رستے سے گئے تھے۔

یہ اوائل ذی حجہ ۱۲۴۲ھ (اواخر مئی ۱۸۲۷ء) کا واقعہ ہے، سید صاحب کے ساتھ پنجتار گئے۔ جب انہوں نے درانی سرداروں کی مخالفانہ تدبیروں کو ختم کرنے کی غرض سے خہر (سوات) میں قیام ضروری سمجھا تو مولانا بھی ساتھ آئے۔

وفات: بہت بوڑھے ہو چکے تھے، پھر بواسیر کا شدید دورہ ہوا۔ وقائع کا بیان ہے کہ کوئی دوا مفید نہ پڑتی تھی اور بیماری بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ مولانا پر نزع کی حالت طاری ہوگئی:

کسی وقت آپ بے ہوش ہو جاتے تھے اور کسی وقت ہوش میں آتے تھے۔ آپ کا یہ حال سن کر حضرت علیہ الرحمۃ (سید صاحب) تشریف لائے۔ جب مولانا صاحب کو ہوش آیا، حضرت کو دیکھا اور پہچانا، حضرت نے پوچھا کہ اس وقت کیا حال ہے؟ کہاں: نہایت تکلیف ہے۔ آپ میرے واسطے دعا کریں اور میرے سینے پر اپنے قدم دھریں کہ اس کی برکت سے اللہ اس مصیبت سے مجھ کو نجات دے۔ آپ (سید صاحب) نے فرمایا: مولانا صاحب! آپ کے سینے میں علمِ قرآن وحدیث کا گنجینہ ہے۔ یہ اس قابل نہیں کہ میں اس پر قدم رکھوں۔ پھر آپ نے بسم اللہ کر کے اپنا دست مبارک رکھا۔ مولانا کو قدرے تسکین ہوئی اور کئی بار ''اللہ رفیق الاعلیٰ''، ''اللہ رفیق الاعلیٰ'' اپنی زبان سے کہا اور یہی کہتے کہتے انتقال فرمایا۔

شعبان ۱۲۴۳ھ کی آٹھویں تاریخ تھی (۲۴ فروری ۱۸۲۸ء) اور انتقال رات کے وقت ہوا تھا اگلے دن صبح کے وقت شاہ اسمٰعیل، مولوی محمد حسن رام پوری، قاضی علاؤ الدین بگھروی، میاں جی نظام الدین چشتی اور میاں جی محی الدین غسل میت میں مصروف ہو گئے۔ سید صاحب مولانا کے فضائل ومحاسن بیان کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا ''مولانا دین کے ایک رکن

www.abulhasanalinadwi.org

تھے اور بڑی برکت والے شخص تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھا لیا، جو مرضی مالک کی تھی۔ آنکھوں سے برابر آنسو بہہ رہے تھے۔ جنازہ اٹھانے والوں میں خود سید صاحب بھی تھے۔ آپ ہی نے نماز پڑھائی جس میں اہل خیرت کے علاوہ تقریباً سات سو مجاہدین شریک تھے۔ خہر کے جنوب مشرق میں ایک تیر کے فاصلے پر قبرستان تھا۔ جہاں لشکر اسلام کے اس مایہ ناز شیخ الاسلام کو دفن کیا گیا۔ آج کل یہ مزار "ڈلی بابا" کا مزار کہلاتا ہے۔

تربیت کا عمدہ نمونہ مولانا عبدالحی صاحب دینی تربیت کے کمال کا ایک نہایت عمدہ نمونہ تھے۔ علم و فضل، بڑھاپے، ضعف و توانائی، وطن، اہل و عیال اور عزیزوں سے بالکل بے پرواہ ہوکر رضائے باری تعالیٰ کے ابتغا میں سرحد پہنچ گئے اور اسی حالت میں مالک حقیقی سے جا ملے۔ رضائے حق کا یہ جذبہ سید صاحب ہی کی تربیت و صحبت کی بدولت بیدار ہوا۔

مولانا نے وفات سے پیشتر ایک وصیت نامہ لکھوا دیا تھا جس میں تمام چیزیں اپنی دوسری اہلیہ (والدہ مولانا عبدالقیوم) کے حوالے کر دی تھیں۔ مولانا عبدالقیوم کا سن اس زمانے میں تیرہ چودہ سال ہوگا۔ وہ سید صاحب کے ساتھ سرحد پہنچ گئے تھے۔ مولانا کی وفات کے بعد سید صاحب عبدالقیوم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے۔ پھر اس خیال سے انہیں ہندوستان بھیج دیا کہ ان کی والدہ کے انتقال کی خبر ملے گی تو ان کے پاس غم غلط کرنے کا بھی کوئی ذریعہ ہونا چاہیے۔ عبدالقیوم کے دو حقیقی ماموں شیخ جلال الدین اور شیخ صلاح الدین ساتھ ہندوستان آئے۔

اہل و عیال اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ کی صاحبزادی سے مولانا کے کوئی اولاد نہ تھی۔ غالباً اس اہلیہ کی وفات پر مولانا نے اپنی چچیری بہن سے شادی کی۔ جن سے عبدالقیوم پیدا ہوئے۔ جب سید صاحب نے نکاح بیوگان کی سنت تازہ کی تو شاہ اسمٰعیل نے محض بہ غرض احیاء سنت اپنی بیوہ ہمشیرہ کی شادی مولانا عبدالحی ہی سے کر دی تھی، گویا انتقال کے وقت مولانا نے دو بیوائیں چھوڑیں۔ سید احمد علی رائے بریلوی نے نواب وزیر الدولہ کو مولانا کے انتقال کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا تھا کہ دونوں بیواؤں کے لیے امداد کا بندوبست کر دیا جائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بعض مبالغہ آمیز باتیں: آخر میں دو باتوں کا ذکر ضروری ہے۔ بعض اصحاب نے لکھا ہے کہ سید صاحب نے دوسرا نکاح کیا تو ایک مرتبہ خلاف معمول صبح کی جماعت میں کچھ تاخیر ہوگئی، دوسرے دن پھر سید صاحب سے تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی، مولانا عبدالحی نے سلام پھیرنے کے بعد سید صاحب سے مخاطب ہوکر کہا کہ عبادت الٰہی ہوگی یا شادی کی عشرت۔؟ سید صاحب نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا، ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ سید صاحب نے فرمایا: مجھ سے کوئی بات خلاف سنت دیکھئے تو متنبہ کردیجئے، مولانا عبدالحی نے کہا: جب آپ سے کوئی مخالف سنت فعل دیکھوں گا تو آپ کے ساتھ ہوں گا ہی کہاں۔

میرے نزدیک یہ دونوں باتیں مبالغہ آمیزی پر مبنی ہیں، سید صاحبؒ سے غلطی کا صدور غیر ممکن نہ تھا، لیکن ایسی کوئی مستند روایت نہیں ملتی کہ آپ عشرت میں مبتلا ہوکر واجبات میں تساہل کے مرتکب ہوئے ہوں، اور مولانا عبدالحی کا تعلق سید صاحبؒ سے ایسا نہ تھا کہ ''عبادت الٰہی ہوگی یا شادی کی عشرت'' جیسا جملہ فرماتے، اس میں تبلیغ کی بھی خوبی نظر نہیں آتی، عبادت الٰہی میں سید صاحبؒ غیر معمولی مشقتیں برداشت کرتے رہے، نواب وزیر الدولہ کے بیان کے مطابق انہوں نے مدت تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، وہ اپنی جماعت میں عزیمت کا ایک عجیب وغریب پیکر تھے اور جو کچھ مذکورہ بالا واقعے میں ان سے منسوب کیا گیا ہے، اسے کسی درجے میں بھی قابل قبول نہیں سمجھا جاسکتا۔

رہی دوسری بات تو وہ مولانا عبدالحی کے لئے سزاوار نہ تھا، ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ سے کوئی خلاف سنت فعل سرزد ہو تو آگاہ کردیجئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اتباع سنت کا خواہاں ہے۔ ہوسکتا ہے نادانستہ اس سے کوئی خطا سرزد ہوجائے۔ اس حالت میں ہر عالم سنت کا فرض یہی ہے کہ اسے آگاہ کردے۔ اس کا ساتھ چھوڑ جانے کی دھمکی کون سی دین پروری ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ لوگ اشخاص کے محاسن بیان کرتے وقت جوش عقیدت میں بعض بنیادی باتیں نظر انداز کرجاتے ہیں، مولانا عبدالحی یقیناً بہت بڑے بزرگ تھے، اور ان کی بزرگی

www.abulhasanalinadwi.org

کے روشن شواہد ہمارے سامنے موجود ہیں، لیکن مبالغہ آمیز واقعات ان کی عظمت میں قطعاً کوئی اضافہ نہیں کرتے۔

صراط مستقیم کا عربی ترجمہ: مولانا عبدالحی ''صراط مستقیم'' کی ترتیب میں بھی شریک رہے، وہ اور شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کی زبان سے جو حقائق سنتے تھے، انہیں قلمبند کر کے آپ کو سنا دیتے تھے، کتاب کا ایک حصہ شاہ اسمٰعیل کا مرتبہ ہے اور باقی مولانا عبدالحی کا لکھا ہوا ہے، روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات ان بزرگوں کو اپنی تحریرات میں پانچ پانچ مرتبہ ترمیم کرنی پڑی، اس کے بعد سید صاحب نے اس پر اظہار اطمینان فرمایا۔ قیام حرمین کے زمانے میں مولانا عبدالحی نے ''صراط مستقیم'' کا ترجمہ عربی میں کر دیا تھا، تاکہ عربی دان اصحاب بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں، بعض اصحاب نے لکھا ہے کہ مولانائے موصوف نے نکاحِ بیوگان پر بھی ایک رسالہ مرتب فرمایا تھا۔ ممکن ہے ''صراط مستقیم'' کی طرح اس رسالے کی بھی عبارت مولانا عبدالحی کی ہو، لیکن یہ خود سید صاحب کا ہے، اس لئے کے تمام مطالب سید صاحب نے ارشاد فرمائے تھے، میں نے اس کے جتنے قلمی نسخے دیکھے، ان میں اس کا انتساب سید صاحب ہی سے کیا گیا ہے۔

علم وفضل: مولانا عبدالحی کے علم وفضل کی تعریف خود شاہ عبدالعزیز نے فرمائی، ایک مرتبہ کہا کہ علم تفسیر میں مولانا عبدالحی میرا نمونہ ہیں۔ ایک خط میں شاہ صاحب نے مولانا اور شاہ اسمٰعیل کو تاج المفسرین فخر المحدثین اور سرآمد علماء محققین لکھا، نیز فرمایا کہ دونوں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، منطق وغیرہ میں مجھ سے کم نہیں، دونوں کو علماء ربانی میں شمار کیا، خود مولانا کی یہ حالت تھی کہ بار بار فرماتے، مجھے جو کچھ ملا، سید صاحب کی برکت سے ملا۔

شاہ اسمٰعیل بعض اوقات غصے میں بے قابو ہو جاتے تھے، چنانچہ گڑھی امان زئی میں جو واقعہ پیش آیا ''وہ سید احمد شہید'' میں نقل ہو چکا ہے۔ درانیوں کی طرف سے ایک قاصد آیا، وہ انعام لینے کی غرض سے بالا خانے کی سیڑھی پر کھڑا ہو گیا، جہاں سید صاحب مقیم تھے، شاہ صاحب نے اسے نرمی سے ہٹانے کی کوشش کی تو ہو وہ چیخ چیخ کر رونے لگا۔ شاہ صاحب نے دو تین

www.abulhasanalinadwi.org

طمانچے مارے، ایک مرتبہ ان کا ہاتھ سیڑھی میں لگا جو لگڑی کی تھی۔ ایک باریک ریشہ ہتھیلی میں چبھا اور خون جاری ہو گیا، عین اس وقت سید صاحب برآمد ہوئے۔ خون دیکھ کر واقعہ پوچھا اور سنا تو فرمایا: آپ کا غصہ بڑھ رہا ہے، اسے دور کرنا چاہیے۔ بعد ازاں شاہ صاحب نے منشی محمدی انصاری کے سامنے ندامت کا اظہار کیا، منشی صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالحی کو بھی غصہ آتا تھا، لیکن وہ راہِ شریعت سے ادھر ادھر کبھی نہ ہوئے۔ غصے کے باوجود شرعی دلائل ان کی تمام باتوں پر غالب رہتے تھے، شاہ صاحب نے فرمایا، مولانا کا غصہ ''آورد'' ہوتا تھا۔ وہ امور شرعیہ پر بہ قصد وارادہ غصہ لاتے تھے۔ میرا غصہ ''آمد'' ہے، جب آتا ہے تو عقل وہوش پر غلبہ پالیتا ہے۔

غرض صاحب ''الیانع الجنی'' کے قول کے مطابق مولانا عبدالحی تقویٰ، عمل، تاثیر وعظ، خواہشات کی تقلیل اور لباس وغذا میں قناعت کے لحاظ سے خدا کا نشان تھے، بہت کم سخن، متوکل اور باوقار آدمی تھے۔ سنت کے شیدائی، رسوم وبدعات سے متنفر، نورِ ایمان ان پر برس رہا تھا۔ صالحیت ان کی پیشانی سے نمایا تھا۔ اپنی تعریف سن کر ناراض ہوتے، نصیحت سے انہیں خوشی حاصل ہوتی، وہ ایسے جامع الصفات بزرگ تھے کہ قلم بیان سے عاجز ہے۔(۱)

(۱) جماعت مجاہدین صفحہ ۱۰۹

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

بلند نسبتیں: شاہ اسمٰعیل، شاہ عبدالغنی کے اکلوتے بیٹے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے، شاہ عبدالعزیز محدثؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے، پاک و ہند کی وسیع سرزمین میں علم و فضل، وعظ و ارشاد، درس و تدریس اور خدمت اسلامیت کی ایسی بلند نسبتیں شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہوں، جن سے شاہ اسمٰعیلؒ مشرف ہوئے لیکن شاہ شہید کی عظمت کا اصل سرمایہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے عمل سے ان نسبتوں کی شان برتری کو چار چاند لگا دیئے۔

عرفیؔ خوب کہہ گیا ہے:

مایۂ از زندگی از گہر خویش گیر
تا بکے ایں عزو ناز از اب وعم داشتن

یہ بالکل درست ہے، لیکن اگر کسی کو اپنے حسن عمل کے ساتھ بلند نسبتیں بھی میسر آجائیں، تو اس کی خوش نصیبی پر کون رشک نہ کرے گا؟

ولادت: شاہ صاحب مستند روایت کے مطابق ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ (۲۹ اپریل ۱۷۷۹ء) کو اپنی ننھیال پھلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔

تاریخ ولادت کے متعلق اور روائتیں بھی ہیں، لیکن ان کا استناد محل نظر ہے۔ میر شہامت علی نے شاہ صاحب کی مشہور تصنیف ''تقویت الایمان'' کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا تھا، جو ۱۸۵۳ء میں چھپا، اس کے ساتھ ایک دیباچہ بھی لکھا تھا، جس میں شاہ صاحب کی تاریخ ولادت ۱۸ شوال ۱۱۹۶ھ بتائی۔ مگر اس کے لئے کوئی حوالہ نہیں دیا، لہذا یہ مستند روایتوں کے مقابلے میں شایان توجہ نہیں۔

شاہ صاحب کی والدۂ ماجدہ کا اسم گرامی فاطمہ بتایا گیا ہے، وہ مولوی علاؤالدین پھلتی کی

www.abulhasanalinadwi.org

صاحبزادی تھیں، جن کے پوتے شیخ کمال الدین سے شاہ صاحب کی ہمشیر رقیہ کی شادی ہوئی تھی۔

ابتدائی تعلیم: شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ وہ ۱۶ رجب ۱۲۰۳ھ (۱۲ اپریل ۱۷۸۹ء) کو فوت ہو گئے۔ جب شاہ صاحب کی عمر صرف دس سال کی تھی، اسی وقت سے شاہ عبدالقادر نے انہیں اپنے دامنِ تربیت میں لے لیا، یا سرسید مرحوم کے الفاظ میں ''بجائے فرزندوں کے پرورش کیا'' شاہ عبدالقادر کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادی تھی، مسمات زینب، جس کا عقد شاہ رفیع الدین کے فرزند عبدالرحمٰن عرف مصطفیٰ سے ہوا تھا۔ ان کے بھی صرف ایک بیٹی ہوئی، جس کا نام کلثوم تھا، شاہ عبدالقادر نے کلثوم کا نکاح شاہ اسمعیل سے کر دیا تھا۔ اس طرح شاہ عبدالقادر کو شاہ اسمعیل سے کئی نسبتیں پیدا ہو گئیں۔ اوہ یہ کہ شاہ اسمعیل ان کے حقیقی بھتیجے تھے، دوم یہ کہ انہوں نے شاہ صاحب کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا، سوم یہ کہ اپنی نواسی کا نکاح ان سے کر دیا تھا، شاہ عبدالقادر نے اپنی زندگی میں کل جائیداد حصصِ شرعیہ کے مطابق اپنی صاحبزادی اور بھائیوں کے نام کر دی تھی اور ان کی اجازت سے ایک حصہ شاہ اسمعیل کو دے دیا تھا۔

غیر معمولی دل و دماغ: ابتدائی تعلیم کے بعد زیادہ تر کتابیں شاہ عبدالقادر سے پڑھیں، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز سے بھی فیض حاصل کیا۔ دماغ ابتدا ہی سے غیر معمولی تھا، نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے:

''جوہر ذکات او بہ غایت عالی افتادہ بود و حکایاتِ ذہانت و فطانت وے ہنوز نقل ہر مجلس و زیب ہر محفل اہل علم است''۔

ان کی ذکاوت کا جوہر بہت بلند پایہ تھا، اور ان کے ذہن و فہم کی تیزی کے قصے اب تک اہل علم کی ہر مجلس کے لئے باعث زینت سمجھے جاتے ہیں۔

سرسید نے بھی یہی لکھا ہے کہ ایسے فردِ کامل کا پیدا ہونا خدائے ذوالجلال کی قدرت کا ایک خاص کرشمہ تھا۔ غیر معمولی ذہانت کے ساتھ طبیعت میں استغنا بھی بہت تھا۔ مطالعے پر چنداں توجہ نہ تھی۔ سرسید فرماتے ہیں کہ مقام سبق اکثر محفوظ نہ رہتا، کبھی اصل مقام چھوڑ کر آگے

www.abulhasanalinadwi.org

سے شروع کر دیتے۔

شاہ عبدالقادر ٹوکتے تو کہہ دیتے کہ بیچ کا حصہ آسان سمجھ کر چھوڑ دیا، کبھی پڑھا ہوا حصہ دوبارہ پڑھنے لگتے، تنبیہ پر عرض کر دیتے کہ فلاں فلاں بات سمجھ میں نہیں آئی، اور اس پر ایسے اعتراضات وارد کر دیتے کہ استاد کو انہیں دور کرنے کے لئے خاص توجہ کی ضرورت پیش آتی۔

پندرہ سولہ سال کی عمر میں رسمی تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ بڑے بڑے عالم راستے میں ان سے ایسے مسائل پوچھ لیتے، جن کا جواب کتابوں اور شرحوں کی مدد کے بغیر نہ دیا جا سکتا لیکن شاہ اسمعیل بے اعانتِ کتب ایسے جواب دیتے کہ عالم محوِ حیرت رہ جاتے۔ فقہ کا ہر مسئلہ آیات واحادیث سے مستند فرماتے معقول کی بیشتر کتابوں پر حاشیے تحریر کیے۔ ایک رسالہ منطق میں لکھا۔ اس میں شکلِ اول کے بعید الطبائع اور شکلِ رابع کے ابدہ البدیہیات ہونے کا دعویٰ کیا۔ سرسید کہتے ہیں کہ اس کے دلائل کی قوت ارسطو کو بھی معرض حیرت میں ڈال دیتی اور وہ اپنے دلائل کو تارِ عنکبوت سے بھی سست تر سمجھتا۔

سعادت یار خاں رنگین کا ایک قول بعض اصحاب نے نقل کیا ہے کہ شاہ اسمعیل کی غیر معمولی ذکاوت دیکھ کر اس نے کہا تھا، اس خاندان سے جو اٹھتا ہے باون گز اٹھتا ہے۔

دعوت وتبلیغ: جیسا کہ ''سید احمد شہید'' میں بتایا جا چکا ہے۔ سید صاحب سے بیعت کے بعد زندگی احیائے دین اور رد بدعات کے لیے وقف کر دی۔ سہ شنبہ اور جمعہ کو شاہی مسجد کے لیے وعظ فرماتے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کے لیے ایسی کثرت ہونے لگی جیسے عیدگاہ میں نماز عیدین کے لیے ہوا کرتی ہے۔ تقریریں ایسی جامع ہوتی تھی کہ ہر شخص کو اس کے شبہے کا جواب مل جاتا تھا اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ عالم وعامی یکساں ان سے مستفید ہوتے تھے۔

کچھ مدت بعد سید صاحب کے ایما سے وعظ وتقریر میں جہادِ فی سبیل اللہ کے مسائل بیان فرمانے لگے۔ سرسید کے الفاظ میں مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا اور مجلیٰ ہو گیا اور وہ راہِ حق میں اس طرح سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا کہ اس کا سر فی سبیل اللہ میں فدا

www.abulhasanalinadwi.org

ہو۔اوراس کی جان دین محمدی کا علم بلند کرنے کے سلسلے میں کام آئے۔ان کی وضع سادہ اور بے تکلف تھی یعنی عام علماء کی طرح وعظ میں جبہ وغیرہ کا اہتمام نہ کرتے تھے۔اس لیے ابتدا میں بعض سامعین ناخوش ہوئے۔قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ کر تفسیر شروع کی تو سامعین کے دل خوفِ خدا سے لرز اٹھے اوران کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔

بعض ثقات سے سنا کہ بارہ (۱۲) سال کے اشتغال ومراقبہ سے جونسبت پیدا ہوتی ہے، وہ شاہ صاحب کے ایک وعظ سے پیدا ہو جاتی تھی۔پنجابی تاجر دکانداری میں بہت مشاق تھے، وہ اعتراف کرتے تھے کہ خرید وفروخت کی کثرت اور نفع کی زیادتی کے باوجود وعظ سے اٹھنے اور دکان کھولنے کو جی نہیں چاہتا، ہزاروں لوگ تائب ہوئے۔ان میں زنان بازاری بھی تھیں۔ایک مرتبہ ایام محرم میں قلعے کے اندر بلائے گے۔اکبر شاہ ثانی بادشاہ بھی مجلس میں شریک تھا۔شاہ صاحب نے ایک آیت پڑھ کر حضرت امام حسینؓ کے مراتب صبر ایسے انداز میں بیان فرمائے کہ اسوۂ حسینیؓ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچ گیا۔فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان شرک وبدعات کی بلائے سخت میں مبتلا ہیں۔

بعض غیر مستند روایتیں: مختلف اصحاب نے شاہ صاحب کی ورزشوں مثلاً تیراکی، سواری، شمشیر زنی، نیزہ بازی، پٹے بازی، بنوٹ وغیرہ کے متعلق لمبی چوڑی داستانیں بیان کی ہیں۔یہ بھی لکھا ہے کہ وہ تیز دھوپ میں مسجد فتح پوری کے تپتے ہوئے فرش پر گھنٹوں چلتے رہتے تھے۔مجھے ان روایات کی کوئی سند اب تک نہ مل سکی، اسی طرح میرے نزدیک شاہ صاحب کے مواعظ اور دورۂ پنجاب کی جو مفصل روئدادیں ''حیات طیبہ'' میں چھپی ہیں، وہ بالکل بے اصل ہیں، دورۂ پنجاب یقیناً بعید از قیاس نہیں، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔اور جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے بعض یقینی طور پر محل نظر ہیں، شاہ صاحب لاریب ایک غیر معمولی انسان تھے اور ورزشوں یا دورے کے بغیر بھی ان کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔

سید صاحب سے بیعت کے بعد زیادہ وقت انہیں کی معیت میں گزرا، جہاد کے لئے

www.abulhasanalinadwi.org

تبلیغ وتنظیمات کا کام سب سے بڑھ کر انہیں نے انجام دیا۔ سید صاحب کے ساتھ حج کیا، اس وقت تک ان کی والدۂ ماجدہ زندہ تھیں۔ حج کے لئے ساتھ گئیں، مکہ معظمہ میں انہوں نے سید صاحب کی بیعت کی، وہیں وفات پائی اور جنت المعلی میں دفن ہوئیں ''ارمغان احباب'' میں میاں نذیر حسین صاحب مرحوم کا ایک بیان درج ہے کہ شاہ صاحب حج کے بعد پانچ چھ ماہ دہلی میں رہے، جب مٹکاف کلکتہ سے آیا، تو وہ استعجالاً دہلی چلے گئے، کیونکہ کلکتہ میں اس سے مولانا کی بحث ہوگئی تھی۔

کارنامہ ہائے جہاد: ۷ جمادی الاخریٰ ۱۲۴۱ھ (۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء) دوشنبہ کو رائے بریلی سے سید صاحب کے ساتھ راہ ہجرت میں قدم رکھا اور وطن عزیز سے سیکڑوں میل کے فاصلے پر ایک غیر معروف گوشے میں شہادت پائی، جسے ان کی اور سید صاحب کی شہادت کے باعث ہمیشہ کی ناموری حاصل ہوئی۔

دوران جہاد میں ان کے کارنامے ''سید احمد شہید'' کے صفحات پر تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں اور ان کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ اجمالاً ان کی کیفیت ذیل میں درج ہے:

۱۔ وہ تمام انتظامات میں سید صاحب کے مشیر خاص تھے۔

۲۔ سید صاحب کے لیے امامتِ جہاد کا پورا بندوبست انہیں نے کیا تھا۔

۳۔ جنگ شیدو میں جان پر کھیل کر سید صاحب کو محفوظ مقام پر پہنچایا۔

۴۔ ہزارہ میں جہاد کی ابتدائی تنظیمات انہیں نے کیں۔

۵۔ جنگ شنکیاری میں تھوڑی سی جمعیت سے سکھوں کے بہت بڑے لشکر کو شکست دی۔ سکھوں کی گولیوں سے شاہ صاحب کی قبا چھلنی ہوگئی لیکن نہ آپ میدان سے ہٹے، نہ مورچے میں پناہ لی، اور نہ جنگ روکی۔ اسی لڑائی میں شاہ صاحب کی ایک انگلی زخمی ہوئی جسے دکھا کر آپ مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری انگشتِ شہادت ہے۔

۶۔ بیعتِ شریعت کے سلسلے میں علمائے سرحد سے تمام گفتگوئیں شاہ صاحب ہی نے کی تھیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

۷۔ ہنڈ کا مضبوط و مستحکم قلعہ چھوٹی سی فوج کیساتھ فتح کرلیا، دشمن کے صرف دو آدمی مارے گئے لیکن اپنے کسی آدمی کے خراش تک نہ آئی۔

۸۔ جنگ زیدہ میں صرف سات سو مجاہدین درانیوں کی آٹھ دس ہزار فوج کو شکست فاش دی۔

۹۔ مایار کی جنگ میں درانی فوج بارہ ہزار سے کم نہ تھی اور مجاہدین صرف ساڑھے تین ہزار تھے، جن میں بڑی تعداد ملکیوں کی تھی، تاہم درانی مقابلے پر نہ ٹھہر سکے۔

۱۰۔ امب وعشرہ کی لڑائیاں شاہ صاحب کے کمال سپہ گری کا ایک روشن ثبوت ہیں۔

۱۱۔ انتظام عشر کے سلسلے میں وہ سید محمد حبان قاضی القضاۃ کے مشیر خاص تھے اور جنگ مردان میں انہیں کے حسن تدبیر سے فتح حاصل ہوئی۔

۱۲۔ پشاور میں صلح کی تمام گفتگوئیں سید صاحب کی طرف سے شاہ صاحب ہی نے کی تھیں۔

غرض وہ سید صاحب کی پوری تحریکِ جہاد میں اول سے آخر تک روح ورواں بنے رہے۔

اطاعت امام: نواب وزیر الدولہ نے لکھا ہے کہ وہ اور مولانا عبدالحی سید صاحبؒ کے سامنے بالکل بے حس وحرکت رہتے تھے اور آپ کی بات کا جواب بھی بڑی مشکل سے دیتے تھے۔ تاہم شرعی معاملات میں شاہ صاحب کسی کی پروا نہ کرتے تھے اور جو کچھ دل میں ہوتا تھا۔ سید صاحب کے سامنے بھی بے باکانہ بیان کر دیتے تھے۔ ایک موقع پر حسن زئی قبیلے نے سید صاحب سے عشر معاف کرالیا شاہ صاحب کو معلوم ہوا تو کہا کہ عشر زکوٰۃ وخمس کی طرح حقوق شریعت میں سے ہے اسے معاف کرنے کا اختیار امام کو بھی حاصل نہیں چنانچہ سید صاحب نے ان کی رائے کے مطابق عمل کیا۔

جنگِ مایار کے بعد شاہ صاحب سید صاحب سے پیشتر مردان پہنچ گئے تھے اور وہاں اس شرط پر رسول خاں رئیس مردان سے صلح کر لی کہ لشکر قصبے میں نہ آئے گا۔ اس کے متعلق سید صاحب کے پاس مفصل اطلاع بھی بھیج دی تھی۔ اتفاق سے وہ اطلاع سید صاحب تک نہ پہنچ سکی

www.abulhasanalinadwi.org

اور آپ لشکر کے ساتھ قصبے میں داخل ہو گئے۔ شاہ صاحب کو اس پر سخت رنج ہوا۔ انہوں نے سمجھا کہ سید صاحب نے شرط کا خیال نہ رکھا۔ چنانچہ سامنے پہنچتے ہی کہا:

''جناب خود خلاف شرع امر کے مرتکب ہوئے لشکر اسلام میں سے ایک آدمی کے عہد کا ایفا بھی امام اور پورے لشکر پر واجب ہو جاتا ہے۔ مجھے آپ نے اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا لیکن میرے عہد کا بھی خیال نہ رکھا اور قصبے میں داخل ہو گئے۔ یہ لشکر ہے، جسے میدان میں ٹھہرنا چاہیے، پیرزادوں کا قافلہ نہیں کہ قصبے میں گھس آئے۔

حقانی ربانی بزرگ: سید جعفر علی نقوی لکھتے ہیں کہ نسوار کی عادت تھی۔ کتابت کی مشق نہ تھی البتہ ضروری احکام و مکاتیب کی عبارتیں بے تکلف بولتے جاتے تھے اور منشی لکھتے تھے۔'' منظورہ'' کے الفاظ ہیں: ''قدرت بہ کتابت چناں کہ باید نہ داشتند''۔ ''ارواح ثلاثہ'' سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ میر پنجہ کش نے انہیں کتابت سکھانے پر آمادگی ظاہر کی۔ فرمایا: معمولی لکھنا کافی ہے۔ سید صاحب نے شاہ صاحب کی سواری کے لیے ایک گھوڑا دے دیا تھا لیکن وہ کبھی اس پر سوار نہ ہوئے۔ اپنے رفیقوں میں سے کسی ایک کو سوار کرا دیتے اور خود پیدل چلتے۔ عقیدہ یہ تھا کہ یہ خدائی کام ہے جتنی زیادہ مشقت اٹھائیں گے اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا۔

فرماتے تھے کہ میں خواب کی تعبیر نہیں جانتا جس طرح دوسرے لوگ عقل سے قرائن تجویز کر لیتے ہیں میں بھی کر لیتا ہوں۔ معانی قرآن و حدیث مجھے اللہ نے عطا فرمائے۔ بہ ظاہر استاد سے پڑھا، لیکن جو کچھ اللہ نے دل پر ڈال دیا وہی میرا اصلی علم ہے۔ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ نماز میں غفلت نہیں ہوتی، اگر ہوتی بھی ہے تو جلدی آگاہ ہو جاتا ہوں۔

حقانی ربانی آدمی تھے۔ اپنی کسی غلطی یا کمزوری کے اعترافات میں تامل نہ ہوتا تھا اگرچہ عمر زیادہ نہ تھی لیکن جسم خاصا کمزور تھا۔ پہاڑ کی چڑھائی میں چند قدم چلنے سے سانس پھول جاتا تھا۔ زیادہ بوجھ بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سید صاحب دریا سے پانی لانے کے

www.abulhasanalinadwi.org

لیے اٹھے تو انہوں نے مشکیزہ لے لیا۔ شاہ صاحب مشکیزہ نہ اٹھا سکتے تھے لہذا لے لیا، تاہم عزیمت کی غرض سے ایک موقع پر زنبورک اٹھوا کر اپنے کندھے پر رکھ لی۔ پاؤں لڑکھڑانے لگے تو زنبورک ساتھیوں نے سنبھال لی۔

نواب وزیرالدولہ نے لکھا ہے کہ بعض اوقات بیماری کی تکلیف میں دو دو دن سو نہ سکے یہاں تک کہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت بھی نہ رہتی۔ تاہم سید صاحب کی طرف سے کسی جنگی مہم کے انتظام کا حکم پہنچ جاتا، تو بے توقف ہتھیار سنبھال کر شیر کی طرح مسلمانوں کے معاملات کی درستی میں مصروف ہو جاتے۔ دینی کاموں میں نہ خود کبھی تساہل کو راہ دی، نہ کسی رفیق سے کام کے وقت نرمی کا برتاؤ روا رکھا۔ شاہ صاحب کے رعب و ہیبت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کوئی درانی سپاہی کسی خاتون کا مال چھیننا چاہتا تھا، خاتون نے شاہ صاحب کو بھی امب سے بلا لیا۔ منشی محمدی انصاری نے بلاوے کے خط میں اپنی طرف سے لکھ بھیجا کہ اپنی تشریف آوری کی خبر کو شہرت دیجیے اس لیے کہ آپ کی شجاعت اس علاقے کے خاص و عام پر روشن ہے۔ کیا عجب ہے، دشمن آپ کا نام سن کر مرعوب ہو جائیں اور اس طرح مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے۔

نواب صدیق حسن خاں کا بیان: مولانا علی رام پوری نے لکھا ہے کہ وہ حافظ قرآن تھے اور متبحر عالم، تیس ہزار حدیثیں انہیں نوک زبان تھیں۔

نواب صدیق فرماتے ہیں:

''در علوم معقول و منقول یاد پشینیا از خاطر می برد۔ در علم فروع و اصول ائمہ، آں را دور ترمی نشاند، در ہر علم کہ با او سخن رانی، دانی کہ وے امام ایں فن است و در ہر فن کہ با وے مناظرہ کنی۔ شناسی کہ وے حافظ ایں علم است..... تمام عمر خود را در اعلائے کلمۃ اللہ و احیاء سنن رسول اللہ و جہاد فی سبیل اللہ و ہدایت خلق اللہ گزرانید و دمے با آرام در جائے از بلاد اسلام نیاسود (۲۱)''

معقول منقول میں پہلوں کی یاد بھلا دیتے تھے۔ فروع و اصول میں ائمہ کو پرے بٹھا دیتے تھے۔ جس علم میں ان سے بات کرو گے جان لو گے کہ وہ اس فن کے امام ہیں اور جس فن

www.abulhasanalinadwi.org

میں ان سے مناظرہ کی نوبت آئے گی، پہچان لوگے کہ وہ اس کے حافظ ہیں۔ ساری عمر خدا کے کلمے کی بلندی، رسول اللہ (صلعم) کی سنتوں کے احیاء خدا کی راہ میں جہاد اور خلق خدا کی ہدایت میں گزار دی۔ کسی اسلامی مقام پر ایک لمحے کے لیے بھی آرام نہ فرمایا۔

فراست مومن: سید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے تلوار، گھوڑے اور آدمی کی خاص پہچان عطا کی ہے، یہاں تک کہ میں جوتا دیکھ کر آدمی کی سیرت کا حال بیان کر سکتا ہوں، البتہ اس میں غلطی کا بھی امکان ہے، شاہ صاحب کو بھی بصیرت کا خاص نور عطا ہوا تھا، اور وہ دوسری ملاقات میں آدمی کی نیت اور ارادے کے متعلق اندازہ فرما لیتے تھے، جو عموماً درست ہوتا، وہ سید صاحب کے حکم سے پہلی مرتبہ بالاکوٹ آئے تھے تو سکھوں کے لشکر پر شبخون کا فیصلہ کر لیا تھا، عین آخری وقت میں تاکیدی حکم آیا، کہ شاہ صاحب خود بچوں آجائیں، اور بالاکوٹ کی حفاظت کا کام حبیب اللہ خاں گڑھی والے کے حوالے کر دیا جائے۔ شاہ صاحب نے یہ فرمان پاتے ہی شبخون کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور بچوں جانے کی تیاری کر لی۔ ساتھ ہی فرمایا: حبیب اللہ خاں نے جب دیکھا کہ بھوگڑ منگ کی طرف حملے کا خطرہ بڑھ گیا ہے، تو سید صاحب سے کہا کہ ادھر کی حفاظت فرمائیں، بالاکوٹ کی دیکھ بھال میں کروں گا، لیکن یقین ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں حبیب اللہ خاں پھر ہمیں بالاکوٹ بلائے گا۔

شاہ صاحب کی یہ رائے حرفاً حرفاً درست ثابت ہوئی۔ چنانچہ کچھ دیر بعد وہ اور سید صاحب حبیب اللہ خاں کے بلانے پر بالاکوٹ آئے، جسے ان کی شہادت سے دائمی شرف حاصل ہونے والا تھا۔

بے مثال شخصیت: کسی قسم کے تکلف کی پرچھائیں بھی ان کے قلب صافی پر نہ پڑی تھی، کھانے پینے، رہنے سہنے اور پہننے اوڑھنے میں حد درجہ سادہ تھے، سفر حج میں کلکتہ پہنچے تو لباس ایسا پہن رکھا تھا کہ منشی امین الدین کو پہلی نظر میں ان کے شاہ اسمعیل ہونے کا یقین نہ آیا، جب معلوم ہوا کہ یہی وہ شخصیت ہے، جس کی ناموری سے ملک کے در و دیوار گونج رہے ہیں تو منشی

www.abulhasanalinadwi.org

صاحب یہ سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔

مشہور ہے کہ دوران جہاد کبھی کبھی گھوڑے کو کھریرا کرتے۔ اس حالت میں بھی کوئی شخص دینی یا علمی مسئلہ پوچھنے کے لئے آجاتا تو ساتھ ساتھ جواب دیتے جاتے، ایک نیاز مند نے لکھا ہے:

ایسا عالم باعمل، فاضل بے بدل، صاحب اخلاق، شہرۂ آفاق، المعیٰ زماں، لوزعی دوراں، واقف علوم معقول و منقول، کاشف دقائق فروع واصول، رافع اعلام توحید وسنت، قامع بنیان شرک وبدعت، فتوت کردار، شجاعت وثار اس وقت میں ہم نے کہیں نہ سنا، دیکھنا تو کیا۔

تصانیف: سید صاحب سے وابستگی کے بعد شاہ صاحب نے اپنی حیات عزیز جن اہم کاموں کے لئے وقف کر دی تھی، ان کے پیش نظر تصانیف کا موقع بہت کم تھا، تاہم انہوں نے مقاصدِ اصلاح کے لئے کتابیں بھی لکھیں، جن میں سے بعض اپنے موضوع پر آج بھی نادر ویگانہ ہیں۔ مثلاً:

۱۔ ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح، اہل علم کا بیان ہے کہ حقیقت بدعت میں ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔

۲۔ منصب امامت

۳۔ عبقات

۴۔ تقویت الایمان

۵۔ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین

۶۔ اصول فقہ

۷۔ منطق میں ایک رسالہ

۸۔ صراط مستقیم کا پہلا حصہ

۹۔ ایضاح الحق الصریح

www.abulhasanalinadwi.org

۱۰۔ یک روزی۔ یہ مختصر سا رسالہ ہے، مولوی فضل حق خیر آبادی نے ''تقویت الایمان'' پر کچھ اعتراضات کئے تھے، شاہ صاحب نماز کے لئے مسجد کی طرف جا رہے تھے، راستے میں مولوی فضل حق کا رسالہ ملا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک ہی نشست میں اس کا جواب مکمل کر دیا، لہذا ''ایک روزی'' نام پایا۔

علاوہ بریں انہوں نے بہت سی کتابوں پر نہایت قیمتی حاشیے لکھے تھے، جو سب کی سب ضائع ہوگئیں۔ مولانا رشید الدین کا نادر کتب خانہ ایام غدر میں لٹ گیا تھا۔ ان کے فرزند مولوی سدید الدین حد درجہ افسوس سے فرمایا کرتے تھے کہ اپنے کتب خانے کا اس قدر رنج نہیں، جتنا کہ ان حواشی کے ضائع ہو جانے کا ہے، جو شاہ صاحب نے ان کتابوں پر لکھے تھے۔

سید صاحب کے مکاتیب کا بڑا حصہ بھی انہیں کا لکھا ہوا ہے، کچھ منظومات بھی ان سے منسوب ہیں، مثلاً ایک نعتیہ قصیدہ فارسی میں، ایک قصیدہ سید صاحب کی مدح میں، توحید پر ایک مثنوی، فارسی میں موسوم، ''بہ سلک نور'' اور اسی نام کی ایک مثنوی اردو میں۔

امت محمدیہ کا حکیم: حکیم جمیل الدین کہتے ہیں کہ شاہ صاحب کا ذہن حد درجہ سریع الانتقال تھا، پانچ آدمیوں کو سامنے بٹھا کر پانچ مختلف مضامین لکھواتے تھے۔ اور کسی کا قلم رکتا نہ تھا۔ ایک مرتبہ محمد کالے نام ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے نام کا سجع کہہ دیجئے، بے تکلف فرمایا:

ہر دم نام محمد کالے۔

سید صاحب کے ساتھ بالاکوٹ میں شہید ہوئے، مولوی فضل حق خیر آبادی سے خاصی کشمکش رہی تھی۔ مولوی صاحب نے شہادت کی خبر اس وقت سنی، جب طلبہ کو سبق پڑھا رہے تھے، یہ سنتے ہی کتاب بند کر دی۔ گھنٹوں بیٹھے روتے رہے، اس کے بعد کہا کہ اسمعیل کو ہم مولوی نہ جانتے تھے۔ وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا، کوئی شے نہ تھی جس کی انیت اولیت اس کے ذہن میں نہ ہو (۲۵)۔

مزاج: شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے نواسے اور شاہ اسحٰق کے داماد مولوی نصیر الدین سید صاحب کے ساتھ حج کے لئے نہ گئے تھے، لیکن کلکتہ تک معیت میں رہے، وہ اس

www.abulhasanalinadwi.org

وقت بعض ضروری کاموں کے سلسلے میں رک گئے تھے، بعدازاں شاہ اسحٰق کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا، وہ فرماتے ہیں کہ قیام کلکتہ کے دوران میں مجھے روزانہ شاہ اسمٰعیل کے پاس حاضر ہونا پڑتا تھا، اور ایک گھڑی رات گئے تک ان کی قیام گاہ میں رہتا، پھر شاہ صاحب مجھے میری قیام گاہ پر پہنچانے کے لئے ساتھ آتے، ان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا، دروازہ کھٹکھٹاتے تو چوکیدار پوچھتا کون؟ شاہ صاحب بہ آواز بلند فرماتے: ''غطوس'' غطوس اس بہادر و دلیر آدمی کو کہتے ہیں، جس کا قدم جنگ یا ہجوم خطرات میں ہمیشہ آگے رہے۔

زہد وتقویٰ: شاہ صاحب کے زہد وریاضت کے سلسلے میں مولانا عبدالقیوم کی ایک روایت خاص توجہ کی مستحق ہے، اس کا مفاد یہ ہے کہ ضلع بلند شہر کی تحصیل سکندر آباد میں شاہ صاحب کے خاندان کو کچھ اراضی ملی ہوئی تھی، شاہ اسمٰعیل شہید تحصیل کے لئے وہاں جایا کرتے تھے، اور جاتے آتے غازی آباد میں ایک بھٹیاری کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے، ایک مرتبہ تحصیل کے وقت وہ بیمار ہوگئے۔ اور ان کی جگہ شاہ رفیع الدین کے فرزند شاہ موسیٰ کو بھیجا گیا، شاہ اسمٰعیل نے انہیں تحصیل کے متعلق تمام تفصیلات بتادیں، اور غازی آباد کی بھٹیاری کا پتا دیتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا، کہ اسے بتادینا میں اسمٰعیل کا بڑا بھائی ہوں، شاہ موسیٰ غازی آباد پہنچے اور بھٹیاری کو اپنا نام ونشان بتادیا، اس نے رات کے وقت شاہ موسیٰ کی چارپائی کے نیچے پانی کے دو لوٹے، ایک چٹائی اور ایک جانماز رکھ دی۔ موسیٰ نے کہا: اس سامان کی کیا ضرورت ہے؟ عشاء کی نماز مسجد میں پڑھ آئے ہیں، صبح کی نماز پھر وہیں پڑھ لیں گے۔ ''بھٹیاری نے ان کی طرف تعجب سے دیکھتے ہوئے کہا'': میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم اسمٰعیل کے بھائی نہیں ہو، اور اب تو یقین ہو گیا۔ مولوی اسمٰعیل بھی نماز مسجد میں ہی پڑھتے رہتے تھے، مگر وہ رات کو تھوڑی دیر سو کر اٹھ بیٹھتے اور وضو کر کے صبح تک نفلوں میں قرآن پڑھتے رہتے تھے، تم کہتے ہو مجھے پانی کی ضرورت نہیں، میں تو سمجھی تھی کہ تم بڑے بھائی ہو، اور عابد بھی ان سے زیادہ ہوگے، مگر تم کچھ بھی نہ نکلے۔

شاہ موسیٰ کہتے تھے کہ میں بھٹیاری کی یہ بات سن کر مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا، اور

www.abulhasanalinadwi.org

کوئی جواب بن نہ آیا۔

دو خطرناک موقعے: شاہ صاحب کی شجاعت، دلیری اور بہادری ستائش سے بالا ہے وہ اپنی جان عزیز جس بلند مقصد کے لیے نذر کر چکے تھے اس میں ہر قدم پر شہادت کا خطرہ موجود تھا ۔تاہم شاہ صاحب کی حالت یہ تھی کہ وہ گولیوں کی بارش میں انتہائی بے تکلفی سے جاتے تھے۔دوسرے لوگ پھولوں کی بارش میں بھی اس طرح جانا گوارا نہ کریں۔

اس سلسلے میں سوانح نگاری کے نقطہ نگاہ سے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ دو مرتبہ شاہ صاحب عین موت کے منہ سے بچے۔ایک مرتبہ جنگ مایار میں جہاں انہوں نے کئی درانی سواروں کو مار گرایا۔اس اثنا میں ایک سوار ان کے بالکل قریب آ گیا۔وہ بندوق نہ بھر سکے۔خود فرماتے تھے کہ مجھے شہادت کا یقین ہو گیا۔عین اس موقع پر حافظ وجیہ الدین پھلتی کی نظر پڑی۔ انہوں نے دور سے درانی سوار پر بندوق سر کی۔وہ گولی لگتے ہی گرا، اور شاہ صاحب بال بال بچے۔دو چار لمحے کی بھی تاخیر ہو جاتی تو ان کا زندہ بچنا مشکل تھا۔

دوسرا واقعہ سفر ہجرت ثانیہ میں پیش آیا۔دریائے سندھ کے کنارے تاکوٹ میں منزل ہوئی شاہ صاحب کو غسل کی حاجت تھی۔منہ اندھیرے دریا پر چلے گئے۔سخت سردی کا موسم اور دریا کا پانی برفانی۔غسل کرتے ہی باہر نکل کر کپڑے پہنے۔عین اس وقت بے بس ہو کر گرے اور بے ہوش ہو گئے۔صبح صادق کے وقت دوسرے مجاہدین وضو کے لیے دریا گئے تو انہیں اٹھایا چارپائی پر لٹا کر لائے۔کمل اڑھائے۔پاس آگ جلائی۔سورج نکلنے پر شاہ صاحب کو ہوش آیا۔

افراط و تفریط اور توسط: ایک مرتبہ وعظ و نصیحت کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اگرچہ وعظ و نصیحت سے بہت سے آدمی راہِ راست پر آ گئے لیکن جو وضع میں چاہتا تھا، وہ کسی نے اختیار نہ کی اور وہ افراط اور تفریط کے درمیان توسط کی راہ تھی۔یہ توسط سید صاحب کی صحبت سے فیض یاب ہونے والوں میں پایا جاتا ہے میں بہت کوشش کرتا ہوں کہ توسط کا یہ طریقہ مجھ سے تعلیم پانے والے بھی سیکھ لیں لیکن یا تو وہ افراط کی راہ اختیار کر لیتے یا تفریط کرنے لگتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں پس معلوم ہو گیا کہ کامل ہدایت جو افراط وتفریط سے محفوظ ہو، سید صاحب کی صحبت کے بغیر کسی کو میسر نہ ہوگی۔ الا ماشاءاللہ۔

یہ شاہ صاحب کی حق اندیشی، حق شناسی اور حق گوئی تھی۔

شہادت: شہادت کی تفصیل ''سید احمد شہید'' میں درج ہو چکی ہے۔ مختلف راویوں کے بیانات کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ پہلے ان کی پیشانی یا سر پر گولی لگی جس سے خفیف سا زخم آیا لیکن داڑھی خون سے تر ہو گئی۔

۲۔ پھر آپ کو ننگے سر دیکھا گیا۔ بندوق بھری ہوئی تھی اور مٹی کوٹ کے ٹیلے کی طرف گئے۔ جہاں بہ کثرت گولیاں آ رہی تھیں۔

۳۔ ایک صاحب نے انہیں مٹی کوٹ کے نالے کے قریب دھانوں کے کھیتوں میں بندوق چلاتے دیکھا۔

۴۔ ایک اور صاحب نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ رائفل کندھے پر تھی۔ ننگی تلوار ہاتھ میں تھی اور پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔

۵۔ ایک روایت ہے کہ سید صاحب کے متعلق پوچھا کہاں ہیں؟ لوگوں نے اس ہجوم کی طرف اشارہ کیا جہاں گھمسان کا دن تھا۔ مولانا ادھر چلے گئے۔

یہ تمام روایتیں اصل میدان جنگ کے متعلق ہیں جو بالاکوٹ اور مٹی کوٹ کے ٹیلے کے درمیان تھا لیکن شاہ صاحب کی قبر وہاں سے دور مشرق میں ست بنے کے نالے کے پار ہے۔ یقین ہے کہ وہ وہیں شہید ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لڑتے لڑتے سکھوں کے دباؤ کے ماتحت پیچھے ہٹتے گئے۔ آخر ست بنے کے نالے سے گزر کر شہادت پائی۔ ارباب بہرام خاں کی قبر بھی ساتھ ہی تھی۔ اس لیے خیال ہے کہ وہ بھی مولانا کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔

حاشیے

(۱) ''ابجد العلوم'' ص ۹۱۵

www.abulhasanalinadwi.org

(۲) سید احمد شہید جلد اول ص ۱۱۶، ۱۱۷۔
(۳) ''وصایا'' حصہ دوم ص ۱۰۷۔
(۴) ایضاً ایضاً۔
(۵) تراجم علمائے اہل حدیث ص ۱۲۷۔
(۶) ''وصایا'' حصہ دوم صفحہ ۱۰۷ و ۱۰۸۔
(۷) ''وقائق'' صفحہ ۵۲۵۔
(۸) فیض روح قدسی کا بیان بھی یہی ہے۔
(۹) سید احمد شہید جلد دوم ص ۲۸۵۔
(۱۰) جماعت مجاہدین۔
(۱۱) ''حیات طیبہ'' ص ۱۵ ''وحیات ولی'' طبع اول ص ۳۵۳۔
(۱۲) ارواح ثلاثہ ص ۳۹۔
(۱۳) اتحاف النبلاء ص ۴۱۶۔
(۱۴) ''آثار الصنادید'' بہ حوالہ ''تاریخ وسیاست'' وحیات ولی صفحہ ۳۵۸۔
(۱۵) ''ارمغان احباب'' بحوالہ معارف فروری ۱۹۲۹ء راوی کا درجہ اتنا بلند ہے کہ اس بیان میں شبہ نہیں ہوسکتا، مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ حج سے واپسی پر شاہ صاحب کو فوراً دہلی آنا پڑا، اس لئے شاہ عبدالعزیز کا انتقال ہو چکا تھا، پھر وہ بہ طور خود دعوت وتبلیغ کے سلسلے میں دورے کرتے رہے، مٹکاف سے جھگڑے کے متعلق کوئی تفصیل معلوم نہ وہ سکی۔
(۱۶) ''وصایا'' حصہ دوم صفحہ ۱۰۹۔
(۱۷) ارواح ثلاثہ صفحہ ۸۷۔
(۱۸) یہ تمام معلومات ''منظورہ'' کے مختلف صفحات سے ماخوذ ہیں۔
(۱۹) ''وصایا'' حصہ دوم صفحہ ص ۱۰۹۔

www.abulhasanalinadwi.org

(۲۰) تنبیہ الضالین قلمی نسخہ صفحہ ۱۹۔
(۲۱) ''اتحاف'' صفحہ ۴۱۷۔
(۲۲) ''حیات بعد الممات'' ص ۱۱۲۔
(۲۳) ''ارواح ثلاثہ'' ص ۷۲۔
(۲۴) ''ارواح ثلاثہ'' ص ۷۸۔
(۲۵) ''حیات بعد الممات'' ص ۱۲۔
(۲۶) ''ارواح ثلاثہ'' ص ۵۰، ۵۱۔
(۲۷) جماعت مجاھدین۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ

۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ مولوی فتح علی صاحب کے بیٹے اور رفیع الدین حسین خاں کے نواسہ تھے، جو صوبۂ بہار کے ناظم ورئیس اور عمائد میں سے تھے، آپ نانا کے بڑے لاڈلے تھے، ہر وقت عمدہ ریشمی یا زریں لباس ڈھاکے کی جامدانی اور تن زیب کا جوڑا آپ کے زیب تن، رہتا تھا، اور خوشبو وعطر سے معطر رہتے، انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں اور چھلے ہوتے، لکھنؤ میں تھے تو وہاں کے شوقین، شوق پوشاک اور رنگین مزاج نوجوانوں میں آپ کا شمار تھا، استاد کے ساتھ سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقریر سنی، اسی وقت حضرت مصعب بن عمیرؓ کی طرح کیفیت بدل گئی (۱) اب وہ عظیم آباد لکھنؤ کے بانکے نوجوان نہ تھے، بلکہ سید صاحبؒ کی جماعت کے ایک جفاکش مزدور اور معمولی خادم تھے۔

رائے بریلی میں مولانا اسمٰعیل صاحب شہید سے حدیث پڑھتے اور آپ کی جماعت میں نائب تھے، جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر اور سر پر لاد کر لاتے تھے اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتے۔ مٹی گارے کا کام کرتے۔ (۲)

ایک مرتبہ آپ کے والد نے آپ کے بچپن کے خدمتگار کو چار سو روپیہ نقد، دس بارہ جوڑے کپڑے اور دوسرے سامان کے ساتھ آپ کے پاس رائے بریلی بھیجا، اس نے تکیہ پہنچ کر قافلہ میں آپ کو دریافت کیا، لوگوں نے بتایا کہ دریا کے کنارے گارے مٹی کا کام کر رہیں۔ وہ دریا کے کنارے پہنچا، وہاں بہت سے لوگ گارے مٹی کے کام میں لگے ہوئے تھے، ان میں مولوی ولایت علی صاحبؒ بھی ایک موٹا تہبند رنگا ہوا باندھے ہوئے اور گارے میں لتھڑے ہوئے اپنا کام کر رہے تھے، آپ کی صورت ایسی بدل گئی تھی کہ اس پرانے خدمتگار نے آپ کو

www.abulhasanalinadwi.org

نہیں پہچانا اور خود آپ سے پوچھا کہ مولوی ولایت علی صاحب پٹنہ والے کہاں ہیں۔ آپ نے کہا کہ بھائی ولایت علی تو میرا ہی نام ہے، اس نے بڑے غصہ سے کہا کہ میں تم کو نہیں پوچھتا۔ میں ان ولایت علی کو پوچھتا ہوں جو مولوی فتح علی صاحب کے صاحبزادے اور رفیع الدین حسین خاں صاحب صوبۂ بہار کے لاڈلے نواسہ ہیں، آپ نے کہا کہ صادقپوری ولایت علی تو میں ہی ہوں، اس نے کہا کہ تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو، آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ قافلہ میں تلاش کرو، بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ اس کے یوسف گم گشتہ یہی ہیں، اس نے وہ سب چیزیں حوالہ کیں اور ان کی پہلی حالت یاد کر کے بہت رویا، آپ نے وہ سامان سید صاحبؒ کے قدموں پر ڈال دیا کہ قافلہ میں جس کو مستحق سمجھیں اور جس طرح چاہیں صرف کریں اور دوسرے دن پھر اسی حالت میں کام شروع کیا۔

سید صاحب کی جماعت میں آپ سے زیادہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ سے کوئی مشابہ نہ تھا آپ سید صاحب کے رنگ میں ایسے رنگے اور آپ کی محبت میں ایسے ڈوبے کہ اپنے سارے خاندان کو اپنے رنگ میں رنگ دیا، اور سید صاحبؒ کا مخلص اور جانباز سچا نام لیوا بنا دیا، سید صاحبؒ کے بعد آپ ہی نے سب سے زیادہ آپ کی نیابت و جانشینی کا حق ادا کیا، اور آپ کے خاندان نے سید صاحبؒ کی محبت کی سب سے گراں قیمت اور سب سے بھاری تاوان ادا کیا، آپ کی ترغیب سے خاندان کے سب مرد و زن، خورد و کلاں سید صاحبؒ سے بیعت ہو گئے تھے، سید صاحبؒ حج کو تشریف لے گئے تو آپ وطن میں دعوت و عزیمت کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر سید صاحبؒ کے ہمرکاب جہاد کے لئے تشریف لے گئے، سید صاحبؒ نے آپ کو کابل سفارت پر بھیجا، ڈیڑھ مہینہ آپ کا قیام رہا اور روزانہ توحید و اتباع سنت کا وعظ اور جہاد کی ترغیب فرماتے رہے، سوات سے سید صاحبؒ نے آپ کو اور مولانا سید محمد علی صاحب کو تبلیغ و اشاعتِ دین کے لئے ہندوستان روانہ فرمایا، مولانا ولایت علی صاحبؒ پر آپ کی جدائی اور میدان جہاد سے علیحدگی بہت شاق تھی، سید صاحبؒ نے آپ سے فرمایا کہ مولانا! ہم آپ کو تخم کر کے اٹھاتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، یعنی اس ایک تخم سے ہزاروں درخت پیدا ہوں گے، آپ وہاں سے ممبئی حیدرآباد (دکن) آئے، چند روز میں حیدرآباد کے گلی کوچہ میں آپ کا شہرہ ہوگیا، نواب مبارز الدولہ نے بیعت کی لاکھوں آدمی آپ کے وعظ سے توحید وسنت کے پابند ہوگئے، آپ کو اسی اثناء میں بالاکوٹ کے حادثہ کی اطلاع ہوئی۔ سید صاحبؒ کی خبر شہادت سے سارا بار آپ پر پڑ گیا، ہندوستان میں سید صاحبؒ کے خلفائے عظام میں اب صرف آپ کا اور مولانا محمد علیؒ کا دم باقی تھا، تمام ہندوستان میں سید صاحبؒ کے حلقوں میں آپ کی شہادت سے ایک انتشار و پژمردگی چھائی ہوئی تھی، مولانا محمد علی صاحب مدراس میں مشغول تھے، آپ نے بمطابق آیت ''**وماحمد محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل أفإ مات اوقتل انقلبتم على أعقابم**'' سید صاحبؒ کے کام کو سنبھالا وطن پہنچ کر تبلیغ دین و تنظیم دین و تنظیم جماعت کا کام شروع کیا، لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی، بیت المال قائم ہوا، آپ نے شاہ محمد حسین صاحبؒ کو جامع مسجد تنموہیہ کا امام اور چھپرہ، مظفر پور تربیت اور اطراف کے تلقین وہدایت کے لئے معین کیا، مولوی عنایت علی (برادر حقیقی) کو اہل بنگال کی ہدایت وارشاد کے لئے روانہ کیا، مولوی زین العابدین اور محمد عباس حیدرآبادی کو خلعت خلافت عطا فرما کر اڑیسہ اور صوبہ الہ آباد کی طرف تبلیغ کیلئے بھیجا، شہر پٹنہ میں نواب فخر الدولہ کی مسجد میں دوبارہ جمعہ قائم کیا، جہاں جمعہ کے بعد آپ کا وعظ ہوتا، اس کے علاوہ دوسرے صاحب کو گاؤں اور قصبات کی اصلاح وہدایت کے لئے مقرر کیا، مجمعوں اور میلوں میں خود جا کر وعظ وتبلیغ کرتے جلا ہوں کہ ان کے کارگاہوں میں جا کر اور کسانوں کو ان کے کھیتوں میں پہنچ کر اللہ کی اطاعت وبندگی کی ترغیب دیتے اور ان کی بدزبانیوں اور غصہ کو شربت کے گھونٹ کی طرح پیتے، گاؤں گاؤں، دیہات دیہات خود دورہ کرتے اور اللہ رسولؐ کا حکم پہنچاتے۔ اکثر آپ کو اپنے مرکز اور مقام پر پہنچنے میں مہینوں اور برسوں لگ جاتے، مکان پر ظہر کی نماز کے بعد قرآن وحدیث کا درس دیتے، مولوی عبداللہ صاحب قاری ہوتے، دوسرے علماء تفسیریں لے کر بیٹھتے۔ علماء ومریدین کی بڑی جماعت شریک ہوتی۔ قرآن مجید اور بلوغ

www.abulhasanalinadwi.org

المرام کالفظی ترجمہ مردوں بچوں اور عورتوں کو پڑھاتے، آپ ہی کی کوششوں سے حضرت شاہ عبد القادر کا ترجمہ قرآن اور شاہ اسمٰعیل صاحبؒ کے رسائل (جو آپ نے شاہ اسحٰق صاحبؒ سے دہلی سے منگائے تھے) پہلی مرتبہ طبع وشائع ہوئے، اس کے ساتھ اصلاح باطنی اور تزکیہ نفس وتعلیم سلوک میں وقت صرف کرتے، غرض ایک مشین تھی جو ہدایت واصلاح کا کام ہر وقت کرتی رہتی تھی۔ آپ میں صحابہ کرامؓ کے سے اوصاف اور اہل اللہ کے کمالات تھے، رہائش نہایت سادہ تھی نفس پر نہایت قابو تھا، آپ کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے سرد ہو جاتا اور دین کا جوش اٹھتا، چہرہ سے غربت ومسکینی، خضوع وخشوع، حزن وملال وفکر ظاہر ہوتا، رات کو اور کبھی دوپہر کو اکثر آسمان کے نیچے کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کرتے رہتے، لباس اکثر موٹا اور پرانا ہوتا، کھانا بھی موٹا جھوٹا باسی، کھانا مساکین کے ساتھ کھاتے اور انہیں کے ساتھ رہتے، گھر والے بھی ویسے ہی سادہ زندگی گذارتے، اپنی کل آمدنی بیت المال میں داخل فرماتے اور ہدایا، مساکین اور مؤلفۃ القلوب پر صرف کرتے، لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی اور انکساری کی تعلیم دیتے، امتیازِ نفس کو دور کرنے کے لیے مختلف عنوان سے عمداً انکساری کراتے تاکہ شریفوں سے فخر انساب، عالموں سے امتیاز، عابدوں سے اپنی عبادت پر بھول اور بھروسہ، دولتمندوں سے کبر ونخوت، محدثوں سے شدت دور ہو اور ان میں بغیر حصہ نفس کے حق کی تلاش وجستجو ہو، وہ مسکینوں اور نیچوں سے محبت کریں، ناخواندوں کے عمل کی قدر کریں اور فساق وفجار کے اعمال بد سے ان کے دل میں ٹیس اٹھے اور انہیں ہم آغوش کر کے ان کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے ان کے دل میں شکر واحسان پیدا کریں اور فروعی مسائل میں مخالفت کے عوض رواداری پیدا ہو، ہر کام میں خود پیش پیش ہوتے اور ہر موقع کے لحاظ سے ملفوظات طیبہ فرماتے جو بجلی کی طرح لوگوں کے دلوں میں تیر جاتے، لوگوں کو دعا وعبادت خصوصاً تہجد کی ترغیب دیتے اور آپ کے صحبت یافتوں میں دعا اور تہجد کی بے حد پابندی تھی، آپ کے صحبت وتعلم یافتہ نہایت باوضع تھے، ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا، آپ کی تربیت صاحب ایمان کو راہ حق میں سرفروشی کیلئے بیتاب وسرشار کر دیتی، آپ نے اپنے شیخ اور ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے مخصوص خلفاء کی طرح بیسیوں مردہ سنتیں زندہ کیں، اپنے ہاتھ سے خاندان میں متعدد بیواؤں کا نکاح ثانی کیا، شادیوں اور تقریبوں میں رسوم کی اصلاح کی، جمعہ و جماعت کی شان دوبالہ کی، رمضان وتراویح کی رونق بڑھائی، دو برس کے بعد آپ راستہ میں وعظ وتبلیغ فرماتے ہوئے حج کو تشریف لے گئے، حج وزیارت کے بعد آپ یمن تشریف لے گئے اور نجد وعسیر، مسقط، حضرموت کی سیر کی اور قاضی محمد بن علی شوکانی سے حدیث کی سند لی۔

حج سے واپسی کے بعد مجاہدین کی طلب پر آپ نے اپنے بھائی مولوی علی صاحب کو گلاب سنگھ کے مقابلہ کے لیے سرحد بھیجا، کچھ عرصہ کے بعد خود تشریف لے گئے اور خود انتظام شروع کیا، گلاب سنگھ نے انگریزوں سے معاہدہ کر لیا اور ان کی حمایت حاصل کی اور انگریز افسروں نے مفتوح ملک میں غدر کرا دیا اور آپ کے عمال واہل پولیس قتل کر دیے گئے، رئیس بالا کوٹ جو مجاہدین کا معاون تھا اور جس کی درخواست پر آپ تشریف لے گئے تھے، بدل گیا، آپ نے سوات جانا چاہا اور انگریز افسران سے ان کی عملداری سے گذرنے کی درخواست کی، انہوں نے منظور کی اور اقرار نامہ لکھ دیا لیکن جب دونوں بھائی مع لشکر مجاہدین کے انگریزی عملداری میں پہنچے تو فوج نے ان کا محاصرہ کر لیا، انگریز کمانڈر نے اس عہد نامہ کو اس دلیل سے کالعدم کر دیا کہ ان افسروں کو ایسا عہد کرنے کا اختیار نہ تھا اور اس کی تعمیل ہم پر ضروری نہیں۔ افسروں نے بجائے سوات کے ان کو لاہور روانہ کر دیا۔

سر جان لارنس نے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو اس پر آمادہ کیا کہ آپ وطن واپس جائیں اور تمام اسلحہ مع توپ خانہ گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت کر دیں اور روہیلوں کو ان کا بقایا دے کر رخصت کر دیں، چنانچہ اسی طرح آپ پٹنہ واپس تشریف لائے، جب یہ حضرات پٹنہ پہنچے تو پہلے (حسب الحکم) کمشنر کی کوٹھی پر تشریف لے گئے، کمشنر نے آپ کو اطلاع دی کہ گورنمنٹ کا حکم ہے کہ آپ دونوں آدمیوں سے دو دو سو روپیہ کے مچلکے دو برس کے لیے لے لیے جائیں، آپ نے مچلکے داخل کیے، اس روز تمام شہر آپ کی ملاقات کے لیے کمشنر کی کوٹھی پر ٹوٹ پڑا تھا، وہاں

www.abulhasanalinadwi.org

سے آپ مکان تشریف لائے اور بدستور سابق وعظ ونصائح تعلیم وتربیت ظاہری وباطنی میں مشغول ہوگئے۔

حضرتؒ کو ہندوستان واپس آنے کا بڑا رنج وملال تھا، اکثر دوپہر کو اور راتوں کو آسمان کے نیچے کھڑے ہوکر سجدے میں سر رکھ کر نہایت بیقراری اور اضطراب کے ساتھ اس ملک سے نکلنے کی دعائیں کیا کرتے تھے اور کبھی یہ شعر اپنے حسب حال ترنم فرماتے:

خدا کے واسطے اب کے نکالو مت گلستاں سے
مرا دامن بندھے تو باندھ دو گل کے گریباں سے

جب مچلکہ کی میعاد ختم ہونے میں چند مہینہ باقی رہے تو آپ نے اپنے دولت خانہ کو فرش فروش، جھاڑ فانوس، شیشہ وآلات سے بہت آراستہ پیراستہ کیا۔ اصطبل میں عمدہ گھوڑے خرید کر باندھ دیے اور خوش رنگ کبوتروں سے کبوتر خانہ سجایا، دیکھنے والوں کو یقین ہوتا تھا کہ اب آپ دنیا میں خوب پھنس گئے، اب کبھی اس مکان اور آرائش کو چھوڑ کر نہ جائیں گے، لیکن جب میعاد پوری ہوگئی تو آپ یک بیک ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہوگئے اور اپنے چند مخلص احباب کو ساتھ لے کر ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہوگئے، لوگوں کو بعد کو خبر ہوئی تو بڑی تعداد میں آپ کے ہمراہ ہوگئے۔

راستہ میں ہدایت وارشاد کرتے ہوئے ڈیڑھ برس کے عرصہ میں آپ دہلی پہنچے، ایک مہینہ قیام فرمایا، جمعہ کے دن کبھی جامع مسجد اور کبھی فتحپوری میں آپ کا وعظ ہوتا، لوگ دور دور سے آکر شریک ہوتے، بادشاہ (بہادر شاہ مرحوم) اور زینت محل کی طرف سے آپ کو دعوت کا پیام آیا، ان کے نہایت اصرار سے آپ لال قلعہ تشریف لے گئے، بادشاہ نے دیوان خاص میں اجلاس فرمایا اور تخت سے اتر کر لب فرش تک استقبال ومعانقہ ومصافحہ کیا، اور فرش پر اپنے پاس بٹھایا، ریزیڈنٹ اور دوسرے امراء موجود تھے، مولانا نے "إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنيا لعب ولهو وزينة وتفاخر" الآیۃ پر وعظ فرمایا اور دنیا کی بے حقیقی اور بے ثباتی کا ایسا بیان کیا کہ سامعین کی

www.abulhasanalinadwi.org

آنکھوں میں دنیا اندھیری ہوگئی، وزیر اعظم نے جھک کے کان میں کہا کہ دوزخ وعذاب کا بیان بادشاہ کے سامنے مت کیجئے، بادشاہ کو تکلیف ہوگی، یہاں دستور ہے کہ جو علماء وعظ کہتے ہیں وہ صرف جنت کا بیان کرتے ہیں، مولانا نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور عذاب قبر، ہنگامۂ حشر اور دوزخ کا بیان اس صراحت کے ساتھ کیا کہ بادشاہ اور حاضرین مجلس زار زار رونے لگے، اثناء وعظ میں بادشاہ نے کہا کہ میں نے بھی کچھ اشعار ترک دنیا میں کہے ہیں، مولانا نے فرمایا "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا" یہ بے ادبی ہے، بادشاہ چپ ہوگئے، بعد میں ان سے خود فرمائش کر کے شعر سنے، بادشاہ نے ریذیڈنٹ سے کہا کہ آپ کو قلعہ کی سیر کرایئے جب تک آپ کا دہلی میں قیام رہا، بادشاہ خاطر وتواضع کرتے رہے، اس عرصہ میں ہر طبقہ کے صدہا لوگ بیعت وتوبہ سے مشرف ہوئے، بادشاہ کی خواہش تھی کہ آپ رمضان قلعہ میں گزاریں اور تراویح میں سب لوگ شرکت کریں، لیکن ریذیڈنٹ لوگوں سے روز پوچھتا کہ مولوی صاحب کا کام کیا ہے؟ کہاں سے تشریف لائے کدھر کو جاتے ہیں؟ اس لیے مولانا نے زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھا اور دہلی سے کوچ کر کے لدھیانہ ہوتے ہوئے ستھانہ پہنچ گئے، اس وقت مجاہدین کی یہ چھاؤنی ایک مدرسہ اور خانقاہ بن گئی۔

محرم ۱۲۶۹ھ میں آپ کو خناق کا مرض ہوا اور چونسٹھ برس کی عمر میں علم وعمل کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔

مولانا علیہ الرحمۃ کا پورا خاندان صادق پور سید صاحبؒ کے سچے معتقدوں اور اسلام کے پکے مجاہدوں کا خاندان تھا، جس کا بچہ بچہ سید صاحبؒ کی محبت میں چور اور اسلام کے لیے سر بکف تھا، ان لوگوں نے فرداً فرداً اور بحیثیت مجموعی سید صاحبؒ کی وفاداری اور اسلام کی جانثاری کا ایسا حق ادا کیا جس کی نظیر کسی دوسرے خاندان میں نہیں ملتی، مولانا عنایت علی صاحبؒ غازی، مولانا ولایت علی صاحبؒ، مولانا احمد اللہ صاحبؒ، مولانا یحییٰ علی صاحبؒ، مولانا فرحت حسینؒ صاحب میں سے ہر ایک اپنے وقت میں امام احمد بن حنبل کا نمونہ تھا اور اس آیت کا صحیح مصداق:

www.abulhasanalinadwi.org

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُواْ وَأُخْرِجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُواْ فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُواْ وَقُتِلُواْ لأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ ثَوَاباً مِّن عِندِ اللّهِ وَاللّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ (آل عمران)

پھر قبول کی ان کی دعا، ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک ہو پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی ان لوگوں نے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور مارے گئے، البتہ دور کروں گا میں ان سے برائیاں ان کی اور داخل کروں گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں، یہ بدلہ ہے اللہ کے یہاں سے اور اللہ کے یہاں ہے اچھا بدلہ۔

اس موقع پر ہم مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ پیش کرتے ہیں۔ جو قوت ایمان واستقامت کا ایک نادر نمونہ ہے اور جس سے مولانا ولایت علی کی تعلیم وتربیت کے اثرات کا اندازہ ہوتا ہے۔(۱)

(۱) کاروان ایمان وعزیمت صفحہ ۵۱

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا یحییٰ علیؒ

مولانا یحییٰ علی صاحب پٹنہ میں ہندوستان کی جماعت مجاہدین کے امیر تھے اور سید صاحبؒ کے رنگ میں سرتاپا غرق اور آپ کی محبت میں سرشار تھے، مولانا عبدالرحیم صادقپوری نے ''درمنثور'' میں آپ کے جیل کے جو حالات لکھے ہیں ان سے آپ کی عظمت اور اس جماعت کی سیرت واخلاق کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

''ہمارے حضرت مولانا کا صبر واستقلال اس وقت قابل دید تھا، شب کو آپ اور میں ایک ہی جگہ رہتے، آپ پچھلی شب حسب معمول نماز ودعا وغیرہ میں مشغول رہتے اور اکثر اشعار عاشقانہ دیوان شاہ نیاز وحافظ وغیرہ کے پڑھتے اور ایک نہایت وجدی کیفیت آپ پر طاری ہوتی، ہم لوگ سب ہوش باختہ ہوتے اور آپ نہایت مسرور وخوش، آپ کے چہرہ بشرہ سے کچھ بھی آثار رنج ومحن کے پائے نہیں جاتے، ذکر اللہ سے ربط اللسان رہتے، آپ اکثر اس شعر کو بھی جو حضرت خبیب صحابی رضی اللہ عنہ کا ہے، مترنم ہوتے:

فلست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان فی اللہ مصرعی
وذلک فی ذات الالہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

میرے پاس ایسے الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے آپ کی کیفیت وجدی وصبر وشکر کا ایک بھی بیان کرسکوں اور اس کی تصویر کھینچ کر ہدیۂ ناظرین کرنا تو یہ ایک امر محال ہے۔

چونکہ موسم نہایت گرم تھا، یہ ممکن نہ تھا کہ آدمی ایک ہفتہ سے زیادہ اس کوٹھری میں رہے

www.abulhasanalinadwi.org

اور پھر جانبر ہو، لہذا ڈاکٹر نے حکم دیا کہ کوٹھری کا دروازہ کھلا رہے اور ایک پہرہ دار سپاہی کا خاص اس دروازہ پر تقرر ہو کہ یہ لوگ کوٹھری سے قدم باہر نہ لاسکیں، چنانچہ ہمارے حضرت اس قید تنہائی میں پھر تخمیناً دو ڈھائی مہینے رہے اور نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ان ایام کو آپ نے بسر کیا اور جب کوئی سپاہی پہرے والا یا اور کوئی سپاہی یا قیدی آپ کے سامنے آجاتا ہندو یا مسلم، سب کو آپ توحید باری کا وعظ سناتے اور عذاب آخرت وقبر وغیرہ سے ڈراتے۔ الغرض ایک عجیب طرح کا فیض آپ کا اس قید تنہائی میں بھی جاری رہا، سپاہی جو پہرے کے واسطے آتا وہ سکھ ہوتا یا گورکھا اور مسلمان نہ ہوتا، آپ اس آیۃ کریمہ کا وعظ سناتے ''ء ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار'' سپاہی کھڑا روتا اور جب اس کے پہرے کی بدلی ہوتی تو اس صحبت کو چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتا تھا، میں کچھ لکھ نہیں سکتا کہ کس قدر فائدہ اس وقت پہرے والوں کو پہنچا اور کتنے موحد ہو گئے اور کتنے دین آبائی کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ لا یعلمہ الا اللہ، آپ کا فیض کبھی کسی حالت میں بند نہ ہوا آپ کا جسم مبارک قیدی تھا مگر آپ کے دل و زبان آزاد تھے، اس پر کسی کی حکومت نہ تھی، بجز اس حاکم حقیقی کے۔ اگر دو منٹ کے لئے بھی کوئی آدمی سامنے آجاتا آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بجالاتے۔

بعد اس کے حکم پھانسی منسوخ ہوا اور حکم دوام حبس بعبور دریائے شور، مع ضبطی جائداد، ان تینوں پھانسی والوں کے واسطے بھی صادر ہوا اور یہ لوگ قیدیوں میں ملا دیے گئے اور حسب دستور اس جیل کے جیسے ہم لوگوں کی ڈاڑھی منڈوا دی گئی تھی، ویسا ہی آپ کی ڈاڑھی منڈوا دی گئی اور ایک کرتا کمر تک گیروا رنگا ہوا اور ایک ٹوپی کان سنڈھی گیروا رنگی ہوئی پہنا دی گئی، یہ جوگیانہ لباس اس جیل میں قانوناً ہر ایک کو دیا جاتا تھا، اس کی صبح کو کپتان ٹائی صاحب مجسٹریٹ ڈپٹی کمشنر انبالہ و پارسن صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس جیل میں آئے اور داروغہ کو حکم دیا کہ مولانا سے سخت تر مشقت لی جاوے، چنانچہ خود اس نے اپنے رو برو کھڑے ہو کر ایک بڑے کنویں پر جو رہٹ چل رہا تھا عین تمازت آفتاب میں اس رہٹ کو آٹھ دس قیدی چلا رہے تھے اور

www.abulhasanalinadwi.org

وہ بمشکل چلتا تھا، آپ کو بھی اس میں دے دیا، آپ دو تین روز تک تمام روز اس کو چلاتے رہے آپ کو بباعث حرارت آفتاب خون کا پیشاب آنے لگا، آپ نہایت صبر وشکر سے اس کو انجام دیتے رہے، دوسرے قیدی جو نہایت قوی وتوانا تھے، اس رہٹ کو کھینچتے کھینچتے بیٹھ جاتے مگر آپ صبح سے شام تک اس میں لگے ہی رہتے، چونکہ اس وقت ڈاکٹر صاحب موجود نہ تھے، مجسٹریٹ صاحب نے یہ کارروائی اپنے دل کا غصہ نکالنے کو کر لی، جب ڈاکٹر صاحب دو تین روز کے بعد جیل میں تشریف لائے اور نو آمد قیدیوں کا ملاحظہ کیا، جناب مولانا کو رہٹ کے کام میں دیکھ کر داروغہ پر نہایت خفا ہوئے کہ اس کو یہاں کیوں لگایا ہے۔ داروغہ نے عرض کیا کہ مجسٹریٹ صاحب خود تشریف لا کر لگا گئے ہیں، چونکہ ڈاکٹر کو مجسٹریٹ سے چشمک تھی، فی الفور آپ کو وہاں سے چھڑا کر برعکس اس کے نہایت آسان کام میں لگا دیا یعنی دری بافی کے کارخانہ میں چھت کے نیچے دری کا سوت کھولنے کا کام آپ کو دیا گیا، آپ حمد وثنائے باری میں شب وروز مصروف رہتے اور کام مفوضہ سرکاری کو بھی باحسن وجوہ انجام کر دیتے، مثل اور قیدیوں کے تساہل وتکاہل کو کام میں نہ لاتے اور دوسرے قیدیوں کو بھی نصیحت فرماتے کہ جب تم سرکاری کھانا کھاتے ہو اور کپڑے پہنتے ہو اور مکان میں رہتے ہو، تب ضروری ہے کہ سرکاری کام انجام دو اور قیدی لوگ جو جیل کے اندر حکم عدولی اور بدمعاشی وغیرہ کرتے اس سے ان کو روکتے اور نصیحت کرتے، صدہا قیدی اس جیل میں ایسے نیک چلن ہو گئے کہ جس کو دیکھ کر داروغہ وغیرہ اہل کاران جیل حیران رہ جاتے۔

ہمارے حضرت نہایت باطمینان قلب، نہایت خنداں وشاداں وفرحاں یاد الٰہی میں اور لوگوں کو استقامت دلانے میں شب وروز مصروف رہتے، دنیائے دوں کی بے ثباتی اور اس کے راحت وآرام کی بیقراری اور ثواب آخرت اور جنت نعیم کی پائداری یاد دلاتے اور ''رضوان من اللہ اکبر'' کو خوب کھول کر فرماتے، اس وقت کی کیفیت آپ کی قابل دید تھی، قلم کو جو ایک کاہ خشک ہے کہاں وہ طاقت کہ جو اس کو بیان کر سکے، فقیر مؤلف بھی اس زلزلہ میں گرفتار تھا، آپ کے قدموں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا کہ اغوائے شیطانی سے محفوظ رہ کر بیہودہ گوئی

www.abulhasanalinadwi.org

سو ہفوات بکنے سے رکا رہا اور مغاک ہلاک میں نہ گرا، فللہ الحمد علی ذلک ، اگر آپ کا ساتھ نہ ہوتا تو ایسے مہالک سے بچنا متعسر بلکہ محال تھا، صبر و استقلال تو مجھ ایسے نالائق کو کہاں میسر، یہ تو بہت بڑے لوگوں کا کام ہے، صرف اس قدر کہ زبان ناپاک باتوں سے بچی رہی، ہزار ہزار شکر اس قادر مطلق کا ہے اس وقت ایک اور متحان اس نالائق پر خاص کر کے آیا کہ کمشنر صاحب وڈپٹی کمشنر صاحب کی خواہش ہوئی کہ بذریعہ کمترین مولوی عبداللہ ساکن افغانستان سے پیغام مصالحت کیا جائے کہ جن سے مقام انبیلہ وغیرہ سرکار سے جنگ ہوئی تھی وہ اس کمترین کے چچا زاد بھائی تھے۔ اسی حالت میں قیدیوں کی چالان انبالہ سے لاہور جانے کی تیار کی گئی اس میں جناب حضرت مولانا ومنشی محمد جعفر صاحب وغیرہ کل تیار کر لئے گئے مگر محمد شفیع وعبدالکریم والہی جو بوجہ گواہی ہم لوگوں سے علیحدہ کر لئے گئے تھے رکھ لئے گئے اور یہ فقیر بھی بوجہ کارروائی صلح روک لیا گیا اور نیز میں تنفس سخت میں اس قت مبتلا تھا کہ لیاقت سفر مطلق نہ تھی، اس وجہ سے بھی ڈاکٹر نے مجھے روک لیا اور جناب حضرت مع چھ آدمیوں کے روانہ جیل لاہور کئے گئے، اب اس وقت عرصہ دو سال تک میں صحبت کیمیا خاصیت سے اپنی بداعمالیوں کے سبب مہجور کر دیا گیا، اب جو کچھ میں بیان کروں گا، ان دو سالوں کی کیفیت، وہ سنی ہوئی ہوگی۔

الغرض آپ انبالہ سے روانہ ہو کر مع دوسرے ستر پچھتر قیدیوں کے جیل لاہور میں پہنچے اور وہاں قریب ایک برس کے آپ کا قیام رہا اور اس اثناء میں برابر قیدیوں کو آپ پند و نصائح کیا کرتے، چونکہ قید خانہ میں مجمع بدکاروں اور چور ڈاکو وغیرہ کا رہا کرتا ہے، آپ کا وعظ بھی انہیں افعال ذمیمہ کے بیان میں ہوتا اور توحید و تاکید صوم وصلوۃ کی ہوتی، صدہا چور اور ڈاکوؤں نے توبہ کی کہ اب کبھی اس پیشہ کو نہ کریں گے، آپ ان کو عذاب دائم مقیم سے ڈراتے، صدہا موحد اور نمازی ہو گئے، ایک بلوچ ڈاکو کا ماجرا بیان کیا جاتا ہے، اس کا نام مرزی تھا، اس کے آباء واجداد سے چوری اور ڈکیتی کا پیشہ چلا آتا تھا، وہ نہایت قوی ہیکل جوان تھا، اس نے جیل خانہ میں آکر بھی بہت کچھ شرارت کی تھی، سرکاری کام ہرگز نہیں کرتا، صدہا بید اس کو لگائے گئے مگر اس نے

www.abulhasanalinadwi.org

اف نہیں کیا، اپنی بدچلنی سے باز نہیں آیا، بیڑی اور ڈنڈ بیڑی، ہتھکڑی اور طوق وقید تنہائی وغیرہ جو کچھ سزا وہاں ہے وہ سب اس پر عمل میں لایا گیا لیکن وہ باز نہ آیا، داروغہ وجمعدار سب اس سے ڈرتے وہ ان کو بھی موقع پا کر ہتھکڑی سے پیٹ دیتا، خدا کے حکم سے آپ کا بستر اور اس کا ایک ہی جگہ ہوتا، خدا کی قدرت کہ آپ کی نصیحت و پند سے تھوڑے ہی عرصہ میں اس کیفیت ہی بدل گئی، اس نے سرکاری مشقت کرنی شروع کر دی اور ایسا نیک چلن بن گیا کہ داروغہ وغیرہ سب متحیر ہو گئے، ہتھکڑی اور طوق وغیرہ سب اس سے دور کر دیئے گئے ار پارچہ بافی کے کارخانہ میں وہ داخل کر دیا گیا کہ جہاں دائم الحبس اور بڑے بڑے میعادی قیدی کام کیا کرتے تھے اور عمدہ کام کرنے اور زیادہ کام کرنے پر سال میں دو ایک ماہ قید معاف بھی ملا کرتی ہے، اس نے وہاں جا کر بہت جلد پارچہ بافی کا کام سیکھ لیا اور نہایت عمدہ کپڑا بننے لگا، میں جب لاہور کے جیل میں گیا، خود میں نے اس مرزی بلوچ کو دیکھا کہ وہ پانچ وقت نماز قید کے ساتھ پڑتا اور اپنے گذشتہ اعمال کو یاد کر کے خوف خدا سے اکثر روتا، اے بھائیو! میں سچ کہتا ہوں کہ جب میں نے اس کو دیکھا ایک ولی پایا۔ اس قسم کے اور بہت سے ماجرے ہوئے، میں نے ایک ایک تمثیلاً بیان کیا، الغرض آپ کا وجود باجود اس قید خانہ میں واسطے ہدایت قیدیوں کے بھیج دیا گیا تھا کہ ہزاروں فیضیاب ہو گئے، اہلکاران جیل اس کرامات کو آپ کے دیکھ دیکھ کر نہایت متحیر و متعجب ہوتے، تمام ہندو آپ کو دیوتا اور اوتار کہتے اور مسلمان ولی سمجھتے، اتوار کا روز جو فرصت کا قیدیوں کا ہوتا، فجر کو بعد ملاحظہ ڈاکٹر آپ کے پاس مجمع ہو جاتا، آپ حسب حال ان قیدیوں کے بدکاریوں سے بچنے کا اور نیک چلنی اور توحید الٰہی کا بیان فرماتے، بعد اس کے آپ مع دوسرے قدیوں کے لاہور سے بسواری ریل روانہ ملتان ہوئے، وہاں ہفتہ عشرہ قیام کر کے بسواری مرکب دخانی روڑی بھکر سکھر جو ملک سندھ میں واقع ہے ہوتے ہوئے کوٹلی پہنچے اور وہاں سے بذریعہ ریل کراچی بندر اور وہاں ہفتہ عشرہ قیام کر کے بسواری مرکب دخانی براہ سمندر بمبئی پہنچے اور وہاں سے بسوری ریل بمقام تھانہ جو ایک شہر کا نام ہے اور وہاں بہت بڑا قلعہ جو مرہٹوں کا بنایا ہوا ہے اور اب وہ جیل کا کام دیتا ہے، اس میں بھیج دیئے گئے، وہ نہایت سخت جیل ہے کہ دوسرے جیلی اس سے زیادہ پناہ مانگتے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، وہاں کے اہلکار جیلر وغیرہ قسوت قلبی میں دوسرے جیلوں کے نسبت بدر جہاز یادہ، تمام احاطہ بمبئی و پنجاب کے شریر ترین قیدی اس جیل میں بھیج دیے جاتے ہیں آپ ہر جگہ اپنا کام کرتے رہے، چند مہینوں تک آپ کا قیام وہاں رہا، آپ کا فیض بدستور وہاں بھی جاری رہا، بعد اس کے آپ آٹھویں دسمبر ۱۸۶۵ء کو بسواری جہاز بادبانی مع دیگر قیدیوں کے روانہ پورٹ بلیر وانڈمان ہوئے اور صعوبات وتکلیفات جہاز کے طے کر کے بتاریخ گیارہویں جنوری ۱۸۶۶ء آپ داخل جزیرۂ انڈمان ہوئے، بعد اس کے جناب منشی محمد اکبر زماں صاحب نے جن کے اوصاف حمیدہ اور شریف پروری اوپر بیان ہو چکی ہے، آپ کو اپنے مکان میں لے جا کر رکھا اور باجازت چیف کمشنر صاحب اپنی تائید میں لے لیا، چونکہ جناب منشی صاحب کو کام بہت سپرد تھے، اکثر فرصت کے وقت میں آپ مکان پر بھی سرکاری کام کیا کرتے تھے لہذا جناب مولانا کو حاضری کچہری سے بچا کر اسی مد میں داخل کیا۔ اب دونوں حضرات یعنی جناب مولانا احمد اللہ و مولانا یحییٰ علی رحمۃ اللہ علیہما ایک ہی جگہ جمع ہو گئے، میاں عبد الغفار کو بھی منشی صاحب نے نمبر سازی اور اپنے ہی مکان میں جگہ دی، بالجملہ یہ تینوں شخص ایک ہی مکان میں رہنے لگے، جناب مولانا کا کام یہ تھا کہ بعد فرصت از کار سرکار لوگوں کو قرآن وحدیث پڑھاتے، نصیحت کرتے، گھر گھر پھرتے، عورتوں کو نماز کی تعلیم کرتے، قرآن پڑھاتے، صدہا مرد وعورت کہ جنہوں نے اپنے معبود حقیقی کے سامنے سر نہ جھکایا تھا، پکے نمازی بن گئے، اسی اثناء میں یہ کمترین بھی بعد مہاجرت دو برس کے پورٹ بلیر پہنچ گیا اور تقریباً تین چار مہینے آپ کی حضوری خدمت سے پھر مشرف ہوا، دو برس آپ وہاں اپنی عمر عزیز کو یاد خدا و تعلیم و تلقین خلق اللہ میں صرف کر کے بتاریخ بیسویں فروری ۱۸۶۸ء کو لبیک کہتے ہوئے داخل خلد بریں ہوئے۔

اہل صادق پور ''فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوفی سبیلی'' کے پورے مصداق تھے، مقدمۂ سازش میں حکومت نے ان کے مکانات مسکونہ تک مسمار کر دیے اور صادق پور کا وہ محلہ جہاں محل کھڑے تھے کف دست میدان بنا کر اور مکانوں پر ہل چلوا کر بلدیہ کی عمارت بنوادی اور قدیم تعمیر کی ایک یادگار، اور ایک ایک نشان مٹا دیا، قبریں بھی مشتبہ کہہ کر کھود کر

www.abulhasanalinadwi.org

پھینک دیں حتیٰ کہ کھجور کا ایک درخت رہ گیا تھا جو اس چمن خزاں دیدہ کی یادگار تھا اس کو بھی اکھڑوا دیا، مولانا یحییٰ علی صاحب علیہ الرحمۃ کو جب ان کے مکان کے کھدنے کی اطلاع انڈمان میں ہوئی تو آپ نے اپنی اہلیہ کو ایک خط لکھا اس کا کچھ مضمون جو اس واقعہ سے متعلق ہے نقل کیا جاتا ہے:

''ضروری لکھنا یہ ہے کہ خط سے نورچشم محمد حسن مدعمرہ کے حال انہدام دونوں مکانوں کا معلوم ہوا، البتہ دل کو قلق ہوا اور صدمہ بہت گزرا، کیونکہ مکان سکونت قدیم سے خصوصاً وہ مکان جس میں ذکر اللہ بہت ہوا ہو اور کاروبار فریضہ (فرحنیہ) بہت اجر پائے ہوں۔ مومنین کو ان سے محبت بطور اہل وعیال کے ہوتی ہے، اسی روز شب کو زیارت روح انور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرف ہوا، تبسم کناں فرمانے لگے کہ البتہ انہدام سے مکان کے مالکان مکان کو خصوصاً نسواں کو رنج والم بہت ہوا ہے اور ہونے کی وجہ ہے اور ان آیات کریمہ کو زبان مبارک سے ارشاد فرمایا'' **وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون. اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمة واولئک ھم المھتدون ربنا افرغ علینا صبراً وتوفنا مسلمین. عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیراً منھا انا الی ربنا راغبون** ''اور فرمایا کہ ان آیات کریمہ کو ورد زبان رکھو عبادت خانے اور مسجد اقصیٰ اور مکانات انبیا بخت نصر اور جالوت کے ہاتھ سے انہدام پائے تھے، آخر منہدم کرنے والے نسیاً منسیا ہوئے اور یہ اماکن متبرکہ از سر نو بنا ہوئے اور پہلے سے زیادہ آباد ہوئے۔ تم بھی اپنے رب کے فضل سے ایسا امید رکھو، عنقریب یہ بشارتیں ہونے والی ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دشمنان خدا ان کے دوستوں کو اچھی طرح ستالیں۔ بعد اس کے اچھی طرح بدلہ پاویں (دشمنان خدا منافقین ہیں وہ حکام سے جھوٹی جھوٹی باتیں مسلمانوں کے حق میں لگا کے ان کو ایذا دیتے ہیں) اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرو کہ تم ایسے امتحانوں کے لائق ٹھہرے، بعد اس کے فرمایا کہ اس مکاشفہ کو بعینہ ام یوسف کے پاس لکھ بھیجو کہ سب نسوان و مالکان مکان کو سنا دے اور رجال مالکان مکان بھی اس کو دیکھیں اور یہ غفلت کو کانوں سے نکالیں۔ اس کے بعد دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا کی، اور تشریف لے گئے۔

(۱) کاروان ایمان وعزیمت صفحہ ۶۰

www.abulhasanalinadwi.org

اہل صادق پور کی جدوجہد اور تنظیم جماعت

مسلمانوں کی عظیم الشان تنظیم

سید صاحبؒ کی شہادت کے بعد جماعت کے باقی ماندہ لوگ ستھانہ چلے گئے تھے، جہاں انہوں نے اپنا مرکز قائم کرلیا۔ ہندوستان میں اس عظیم الشان تحریک جہاد، اصلاح و تنظیم کا مرکز عظیم آباد پٹنہ اور اس کا محلہ صادقپور تھا، سید صاحبؒ نے میدان جنگ سے دو بزرگوں مولانا سید محمد علی صاحبؒ رامپوری اور مولانا ولایت علی صاحب عظیم آبادی کو تبلیغ واصلاح کے لیے ہندوستان روانہ کیا تھا، مولانا ولایت علی صاحب ۱۲۴۶ھ میں حیدرآباد میں تھے کہ بالاکوٹ کے حادثہ کی اطلاع ہوئی، سید صاحبؒ کے خلفاء عظام میں اب صرف آپ کا اور مولانا محمد علی صاحب کا دم باقی تھا، مولانا محمد علی صاحب مدراس میں تھے اور سارا بار آپ پر تھا، آپ نے پٹنہ آکر کام اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنی مسیحا نفسی، روحانیت، تنظیمی قابلیت اور جدوجہد سے پژمردہ جسموں اور مردہ دلوں میں روح پھونک دی، لوگوں سے ازسرنو بیعت لی، بیعت المال قائم کیا، مرکزی مساجد میں خطیب اور واعظ مقرر کیے، بنگال اور دوسرے صوبجات واقطاع میں اپنے مبلغ بھیجے، قصبات و دیہات کی اصلاح وہدایت کے لیے لوگ مقرر کیے، مجمعوں اور میلوں میں وعظ شروع کیا، گاؤں گاؤں دیہات دیہات دورہ کیا، اکثر آپ کو اپنے مرکز ومقام میں پہنچنے میں مہینوں اور برسوں لگ جاتے، درس، تزکیہ، اصلاح وتربیت کے مشاغل سفر وحضر میں جاری رہتے، آپ کا مکان اور پورا محلہ ایک معمور درسگاہ ایک آباد خانقاہ اور ایک منظم تربیت گاہ تھی، اس تمام مدت میں اس مرکز کا تعلق سرحد کے مرکز سے قائم رہا۔ اور وقتاً فوقتاً آپ کے اعزہ وتلامذہ وہاں کے کاموں میں شریک ہوتے رہے۔ دو مرتبہ آپ خود تشریف لے گئے اور ۱۲۶۹ھ میں وہیں انتقال فرمایا۔

آپ کے بعد اور آپ کی زندگی میں آپ کے جانشین واعزہ مولانا فرحت حسین

www.abulhasanalinadwi.org

صاحبؒ، مولانا احمد اللہ صاحبؒ اور مولانا یحییٰ علی صاحبؒ نے پورے انہماک اور قابلیت سے یہ خدمات انجام دیں اور ایک منظم سلطنت کی طرح اس نظام کو چلایا، یہ نظام اپنی وسعت واستحکام مبلغین کی سیرت واخلاق اور جوش وایثار میں ایک بے نظیر نظام تھا، جس کی مثال مسلمانوں کے داخلۂ ہند سے لے کر اس وقت تک ہم کو ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی، اس کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ہوگا۔

اس جماعت وتحریک کا سب سے بڑا دشمن ڈاکٹر سر ولیم اپنی کتاب ''مسلمانان ہند'' میں لکھتا ہے:

''یہ لوگ مشنریوں کی طرح انتھک کام کرتے تھے۔ وہ بے لوث وبے نفس لوگ تھے جن کا طریق زندگی ہر شبہ سے بالاتر تھا اور روپیہ اور آدمی پہنچانے کی انتہائی قابلیت رکھتے تھے، ان کا کام محض تزکیۂ نفس اور اصلاح مذہب تھا''

''میرے لیے ناممکن ہے کہ میں عزت وعظمت کے بغیر ان کا ذکر کروں، ان میں سے اکثر نہایت مقدس ومستعد نوجوانوں کی طرح زندگی شروع کرتے تھے اور ان میں سے بہت سے اخیر تک مذہب کے لیے اپنی جانفشانی اور جوش قائم رکھتے۔ جہاں تک مجھے تجربہ ہے یہ یقینی ہے کہ وہابی مبلغین سب سے بڑے روحانی اور کم سے کم خودغرض نوع کے لوگ ہیں''

مولانا یحییٰ علی صاحب عظیم آبادیؒ کے متعلق لکھتا ہے:

''امیر جماعت یحییٰ علی کے مختلف فرائض تھے وہ ہندوستان میں فرقہ کے روحانی رہنما کی حیثیت سے تمام جماعتی مبلغین سے خط وکتابت رکھتے تھے اور انہوں نے ایک اصلاحی زبان میں چند مبہم عبارتیں ترتیب دی تھیں جن کو وہ خود استعمال کرتے تھے اور جن کے ذریعہ وہ اطمینان سے بڑی بڑی رقمیں سلطنت کے مرکز سے سرحد پار باغیوں کے کیمپ (ستھانہ) بھیجتے تھے، وہ مسجدوں میں وعظ وتقریر کرتے اور مذہبی دیوانوں کی فوج کو بندوقیں جانچ کر بھیجتے، طلباء کو روحانی اور دینی درس وتعلیم دیتے اور انہوں نے اپنے ذاتی مطالعہ سے عربی کے علماء ومصنفین سے اعلیٰ

www.abulhasanalinadwi.org

واقفیت پیدا کرلی تھی''

لیکن اس سازش کا سب سے بڑا نازک کام پٹنہ یا بالفاظ خود ''چھوٹی خانقاہ'' سے سرحد پار باغیوں کے مرکز ''بڑی خانقاہ'' کورنگروٹ بھیجنا تھا، بنگالی متبعین کو راستہ میں صدہا بے تکے اور پریشان کن سوالات کا جواب دینا پڑتا تھا تھا، اس کو پنجاب اور شمال مغربی ہندوستان کے وسیع صوبوں میں سے ہوکر تقریباً دو ہزار میل سفر طے ہوتا تھا، جہاں ہر گاؤں میں اس کی جسمانی شکل اور زبان اس کو اجنبی ثابت کرتی تھی، اس خطرناک کام میں یحییٰ علی ہی کی ذہانت اور انتظامی قابلیت کام کررہی تھی، انہوں نے تمام راستہ پر اپنے وہابی پیرو متعین کردیے تھے جو جماعت کے معتبر اشخاص کے ماتحت تھے، یحییٰ علی کی مردم شناسی اور حسن انتخاب قابل داد ہے کہ ان کے انتخاب کیے ہوئے آدمیوں میں سے ایک شخص کو بھی پکڑے جانے کا خوف وخطرہ، شناخت ہو جانا، انعام کا لالچ اپنے رہنماؤں اور پیشواؤں کے خلاف آمادہ نہ کرسکا۔

اس تنظیم کی وسعت اور جماعت کے متعلق بنگال کے کمشنر پولیس کی یہ شہادت پڑھنی چاہیے:

''اس جماعت کے ایک ایک مبلغ کے پیرو اسی اسی ہزار ہیں جن میں آپس میں مکمل مساوات ہے، جن میں ہر ایک کے کام دوسرے کے کام کو اپنا ذاتی کام سمجھتا ہے اور مصیبت کے وقت کسی بھائی کی مدد میں اس کو کسی بات سے عذر نہیں ہوتا''۔

''مشرقی بنگال میں ہر ضلع بغاوت کے رنگ میں رنگ گیا تھا اور پٹنہ سے سمندر تک گنگا کے تمام راستہ میں مسلمان کسان باغیوں کے مرکز کے لیے ہفتہ وار امداد دیتے تھے''

اس تحریک وتبلیغ سے عام مسلمانوں میں جہاد کا جو جذبہ اور ولولہ پیدا ہوگیا تھا اس کی مثال کم سے کم ہندوستان میں اس سے پہلے اور اس کے بعد نہیں ملتی ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے:

''صوبہ متحدہ کے ایک انگریز کارخانہ وار نیل کا بیان ہے کہ دیندار مسلمان ملازم اپنی تنخواہ یا مزدوری کا ایک جز ستھانہ کیمپ کے لیے علیحدہ کرکے رکھ لیتے تھے، جو لوگ زیادہ جری تھے وہ تھوڑے بہت زمانہ کے لیے ستھانہ جاکر خدمت کرتے تھے، جس طرح ہندو ملازم اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

بزرگوں (پرکھوں) کے شرادہ کے لیے چھٹی مانگتے تھے۔ اسی طرح مسلمان ملازم یہ کہہ کر چند ماہ کی رخصت لیتے تھے کہ انہیں فریضۂ جہاد ادا کرنے کے لیے مجاہدین کے ساتھ شریک ہونا ہے''

''کوئی وہابی باپ اپنے کسی غیر معمولی دیندار بیٹے کے متعلق نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کس وقت (جہاد کے لیے) اس کے گھر سے غائب ہو جائے''

مسٹر جیمس او کینلی لکھتا ہے:

''کمزور و بزدل بنگالی مسلمان، خونخواری اور جوش جہاد میں افغانوں سے کم نہ تھے''

جماعت کے نظام کا حال مندرجہ ذیل اقتباس سے معلوم ہوگا، ڈاکٹر اس جماعت کے ایک رکن کے متعلق لکھتا ہے:

''اس کا تحصیل عشر و زکوٰۃ کا طریقہ سادہ اور مکمل تھا، اس نے مالگزاری کی حیثیت سے متعدد گاؤں مجموعوں میں تقسیم کر دیئے تھے، ہر مجموعہ پر ایک خاص محصل مقرر تھا، یہ افسر اپنی جگہ پر ہر دیہات کے لیے ایک تحصیلدار مقرر کرتا تھا، آئی ہوئی رقموں کو وہ جانچتا اور ضلع کے مرکز کو بھیج دیتا۔ قانوناً ہر دیہات میں ایک محصل مقرر تھا لیکن جن دیہاتوں میں آبادی زیادہ تھی وہاں اس کام کے لیے ایک عملہ رکھنا پڑتا تھا، جن میں کچھ دین کے سردار ہوتے تھے جو نماز پڑھاتے تھے اور چندہ وصول کرتے تھے، کچھ عام منتظم ''دنیا کے سردار'' ہوتے تھے جو جماعت کے دنیاوی امور کا انتظام کرتے تھے اور ایک افسر جو خطرناک خطوط اور بغاوت کے پیغامات پہنچاتا تھا''

حکومت برطانیہ کی مخالفت

گزشتہ ابواب سے واضح ہو چکا ہے کہ سید صاحبؒ کی تحریک ایک مستقل جہاد و اصلاح کی تحریک تھی، ناگزیر حالات کی بنا پر اس کا رخ ابتدا میں سکھوں کی طرف تھا لیکن اس کے مکمل پروگرام کا علم جماعت کے مخصوص لوگوں کو تھا۔ جو اسلامی غیرت و فراست ایک صوبہ میں غیر اسلامی اقتدار گوارا نہ کر سکی، وہ اس کو پورے ملک میں کس طرح گوارا کر سکتی تھی لیکن ہر صاحب بصیرت کہے گا کہ واقعات و اقدامات کی یہی طبعی اور مناسب ترتیب تھی، جو ظہور میں آئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

کیپٹن کننگھم ''تاریخ ہند'' میں لکھتا ہے:

''سید احمد صاحبؒ کے عمل سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کافروں سے مراد صرف سکھ تھے لیکن ان کے صحیح مقاصد پورے طور پر نہیں سمجھے گئے، وہ انگریزوں پر حملہ کرنے میں ضرور محتاط تھے لیکن ایک وسیع اور آباد ملک پر ایک دور دراز کی قوم کا اقتدار ان کی مخالفت کے لیے کافی سبب تھا''

انگریزوں نے جب پنجاب فتح کیا تو مجاہدین کا رخ ان کی طرف پھر گیا، مولانا ولایت علی صاحبؒ اور ان کی جماعت نے حالات کے تغیر اور خطرہ کا احساس کیا اور شروع سے اپنے دائرۂ عمل کو وسیع رکھا۔

ہنٹر لکھتا ہے:

''مجاہدین کی ضرب سکھوں کے دیہاتوں پر شدید تھی، لیکن وہ انگریز کافروں پر ضرب لگانے کے ہر موقع کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کرتے تھے، انہوں نے کابل کی جنگ میں ہمارے دشمنوں کی مدد کے لیے ایک بڑی قوت بھیجی اور ان میں سے ہزار ایک ہمارے مقابلہ میں موت تک جمے رہے، صرف غزنی کے سقوط میں ان کے تین سو آدمیوں نے انگریزی سنگینوں سے شہادت کی خوشی حاصل کی''

''پنجاب کے الحاق کے بعد جو غصہ پہلے سکھوں پر اترتا تھا، اب ان کے جانشینوں (انگریزوں) پر اترنے لگا''

ہندوستانی مجاہدین کے متعلق ہنٹر لکھتا ہے:

''ان کی تبلیغ تھی کہ غیر اسلامی اقتدار کے ماتحت مسلمانوں کی زندگی گزارنے کی شرعاً اجازت نہیں، جہاں غیر مسلم کی حکومت ہو وہاں صرف دو صورتیں ہیں، اگر قدرت ہو تو جہاد ورنہ ہجرت، اس کے سوا کوئی صورت نہیں''

ڈاکٹر ہنٹر کا بیان ہے (جس سے اس کی ساری کتاب رنگی ہوئی ہے) کہ جماعت کے مبلغین اور پٹنہ کے پیشوا حکومت ہند کے خلاف تبلیغ جہاد کرتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت ہند کے انتظامات

ڈاکٹر ہنٹر لکھتا ہے:

''۱۸۴۷ء میں سر ہنری لارنس نے یہ کارروائی قلمبند کی کہ مولانا ولایت علی اور عنایت علی پنجاب میں ''غازیٔ دین'' اور مجاہد اسلام کے لقب سے مشہور ہیں، ان کو اپنے مکانوں میں نظر بند رکھا جائے، پٹنہ کے مجسٹریٹ نے ان سے ضمانت لی اور جماعت کے دوسرے بہت سے دولتمند ارکان سے بھی ''نیک چلنی'' کے مچلکے لیے۔

لیکن ۱۸۵۰ء میں ان کو جنوبی بنگال کے ضلع راج شاہی میں بغاوت کی، تبلیغ کرتے ہوئے پایا جاتا ہے، جہاں ان سے حفظ امن کی ضمانتیں لی گئیں اور دوبارہ تبلیغ کرنے کی وجہ سے ان کا دومرتبہ ضلع سے اخراج ہوا۔ ۱۸۵۱ء میں سید صاحبؒ کے یہی خلفاء جو اپنے شہر میں نظر بند تھے، سرحد پر بغاوت پھیلانے کی تبلیغ کرتے ہوئے پٹنہ میں پائے گئے۔ ۱۸۵۲ء میں ان کو اپنی تجویز میں بہت کچھ کامیابی ہوئی، آدمی اور روپیہ ستھانہ کیمپ کثرت سے بھیجے گئے اور پنجاب کے حکام نے ہماری فوجوں سے ان کی ایک باغیانہ خط وکتابت پکڑی، ان کے پیشواؤں نے ہماری چوتھی فوج سے ساز باز کرنے کی بڑی مشاقی سے کوشش کی جو راولپنڈی میں باغیوں کے کیمپ سے بہت قریب ٹھہری ہوئی تھی اور اس رجمنٹ کا جز تھی جو ہمارے صوبہ پر حملہ کرنے کی وجہ سے اس کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے بھیجی گئی تھی، خطوط سے ثابت ہوتا تھا کہ بنگال سے باغیوں کے کیمپ کو آدمی اور اسلحہ بھیجنے کے لیے ایک باقاعدہ ادارہ قائم ہے، اسی زمانہ ۱۹، اگست ۱۸۵۲ء میں پٹنہ کے مجسٹریٹ نے رپورٹ کی کہ باغی جماعت اور باغیانہ خیالات ترقی پر ہیں۔ انگریزی صوبہ کے اس دارالسلطنت (پٹنہ) کے خاص باشندے علانیہ بغاوت کی تبلیغ کرتے ہیں، پولیس بھی ان سے ملی ہوئی ہے اور ان کے ایک سردار (مولوی احمد اللہ صاحبؒ) نے اپنے مکان میں سات آدمیوں کے ایک جلسہ میں اعلان کیا کہ اگر مجسٹریٹ کی طرف سے مزید تلاشی ہوئی تو وہ ہتھیاروں سے مقابلہ کریں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت برطانیہ اب زیادہ دنوں تک اپنے علاقہ میں ایک باغیانہ ادارہ کی طرف سے چشم پوشی نہیں کرسکتی تھی، ۱۸۵۲ء کی فصل خزاں میں لارڈ ڈلہوزی نے دو اہم کارروائیاں قلم بند کیں، انہوں نے اندرونی ادارہ کی پوری نگرانی اوران سرحدی قبائل کے خلاف مہم بھیجنے کی ہدایت کی جن کی کافروں کے ساتھ وہمی نفرت کو ہندوستانی مجنونوں نے ہوا دے کر مشتعل کردیا تھا، اسی سال انہوں نے ہمارے حلیف امب کے رئیس پر حملہ کیا اور ہم کو ایک برطانوی فوج اس کی امداد کے لیے بھیجنی پڑی، ۱۸۵۳ء میں ہمارے متعدد دیسی سپاہی باغیوں سے خط وکتابت کرنے کے جرم میں ماخوذ ہوئے۔

حکومت کے جارحانہ اقدام اور ۵۷-۱۸۶۰ء کی سرحدی جنگیں

۱۸۵۰ء اور ۱۸۵۷ء کے درمیان سرحدی خلفشار کی وجہ سے ہم کو اپنی اپنی علیٰحدہ سولہ (۱۶) مہمیں بھیجنی پڑیں جس میں تینتیس ہزار باقاعدہ سپاہی تھے اور ۱۸۵۰ء اور ۱۸۶۳ء کے درمیان علیٰحدہ علیٰحدہ مہموں کی تعداد بیس کو پہنچ گئی، جن میں باقاعدہ مددگاروں اور پولیس کے علاوہ ساٹھ ہزار ۶۰۰۰۰ باقاعدہ سپاہی تھے، اس دوران ستھانہ کیمپ دائمی تعصب اور مذہبی اشتعال کے باوجود عاقلانہ طریقہ پر ہماری فوجوں سے براہ راست الجھنے سے مجتنب رہا، وہ ہوشیاری کے ساتھ ہمارے خلاف قبائل کی امداد کرتا رہا اوران کو اشتعال دلاتا رہا لیکن ان لوگوں کو اپنا نقصان برداشت کرتے ہوئے ہم سے جنگ کرنے کی جرأت نہ ہوئی، ۱۸۵۷ء میں انہوں نے علانیہ ہم سے جنگ چھیڑ دی اور اپنی دیدہ دلیری سے ہم سے جزیہ کا مطالبہ کیا، مطالبہ نامنظور ہونے کے بعد وہ دلیرانہ ہمارے علاقہ پر اتر آئے اور انہوں نے لفٹنٹ ہارن کے کیمپ پر ایک سنگین مارا۔

۱۸/ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو ایک برطانوی فوج سات ہزار سپاہیوں کی سرنیول چیمبرلین کی قیادت میں سرحد کو روانہ ہوئی، علاقہ میں پہنچ کر جنرل کو معلوم ہوا کہ قبائل حریف سے مل گئے ہیں، حکومت پنجاب کے نام پریشانی میں تار پر تار آرہے تھے کہ امداد اور مزید امداد بھیجی جائے، فیروز پور، سیالکوٹ اور لاہور کے دستے فوراً روانہ کیے گئے، دو ہفتہ کے اندر اندر پنجاب کی چھاونیاں

www.abulhasanalinadwi.org

اس طرح فوجوں سے خالی ہوگئیں کہ میانمیر کا افسر کمانڈنگ بڑی مشکل سے لفٹننٹ گورنر کے لیے چوبیس آدمیوں کا محافظ دستہ بہم پہنچا سکا۔ ۴ر نومبر کو حکومت پنجاب کو ہراول کا ایک دستہ وائسرائے کے کیمپ سے مستعار لینا پڑا، اور ایک دوسری ملٹری پولیس سوار اور پیادہ مواصلات (رسل وسائل) کی حفاظت کے لیے بھیجے گئے۔ ۱۴ر نومبر کو حالات اور زیادہ نازک ہو گئے اور کمانڈر انچیف آف برٹش فورسز لاہور آئے اور خود انتظام اپنے ہاتھ میں لیا، حکومت پنجاب نے پندرہ سو کا ایڈیشنل بریگیڈ بھیجے جانے کی درخواست کی، جنرل چیمبرلین کے تار نے اور ڈرا دیا۔ ۱۸ر نومبر کو دشمن نے حملہ کیا، انگریزی فوج کو پسپا ہونا پڑا، ایک سو چودہ آدمی ہلاک ہوئے اور دوسری مرتبہ پھر دشمن نے حملہ کیا، جس میں جنرل چیمبرلین خطرناک طور پر زخمی ہوئے اور افسروں کے علاوہ ایک سو اٹھائیس آدمی ہلاک ہوئے اور ۲۰ر نومبر کو چار سو پچیس بیمار اور زخمی بھیجے گئے، کل آٹھ سو سینتالیس انگریزی سپاہی زخمی اور ہلاک ہوئے۔ آخر کار حکومت پنجاب اپنی فوجوں کو واپس بلا لینے پر راضی ہوگئی۔

لیکن یہاں بھی وہی تدبیر کارگر ہوئی جو مسلمانوں کے مقابلہ میں کم خطا جاتی ہے انگریز حکام اور مدیروں نے قبائل کو توڑ لیا اور مجاہدین تنہا رہ گئے، ڈاکٹر ہنٹر نے اس موقع پر یہ فخریہ الفاظ لکھے ہیں:

''جو کام ہمارے ہتھیار نہ کر سکے وہ ہماری ڈپلومیسی نے کر لیا''

لیکن بہر حال یہ تجربہ بہت تلخ ثابت ہوا اور بقول ڈاکٹر ہنٹر ''یہ مقابلہ ہم کو بہت گراں پڑا''

''۱۸۶۸ء میں پھر چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی، ۸ر دسمبر کو حکومت ہند نے اس کے مقابلہ کے لیے فوجی قوت بھیجی، ۳۰ر اکتوبر کو کمانڈر انچیف کے زیر ہدایت اور جنرل وائلڈ سی، بی کے زیر قیادت فوجیں روانہ ہوئیں، جولائی میں پنجاب گورنمنٹ نے ارجنٹ تار بھیجا کہ طوفان کھڑا ہو گیا اور خطرہ سر پر ہے، فوری امداد کی سخت ضرورت ہے، سرحد پر فوجیں دو چند کر دیں گئیں لیکن متوقع خطرہ پیش نہ آیا مگر انگریزی فوجیں مخالف کے قلب تک نہ پہنچ سکیں اور پنجاب گورنمنٹ کو افسوس

www.abulhasanalinadwi.org

رہا کہ یہ مہم ختم ہوگئی اور ہندوستان کے مذہبی مجنون نہ تو نکالے جاسکے اور نہ ہم انہیں مطیع کر کے ان کے گھروں کو ہندوستان واپس کر سکے'' (۲)

مقدمۂ سازش ۱۸۶۴ء

حکومت کو اپنی متعدد شکستوں، زیر باری اور بدنامی سے سخت جھنجھلاہٹ تھی، اس نے اپنا یہ غصہ ہندوستان کے ان رؤساء وشرفا پر اتارا جن کا کچھ تعلق سرحد کے مرکز یا اس تحریک سے ثابت ہوا اور ان سے انتقام کے جوش میں قانون بالائے طاق رکھ دیا، ۱۸۶۴ء میں اس نے آٹھ آدمیوں مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری رئیس تھانیسر، مولانا یحییٰ علی صاحب عظیم آبادی، مولانا عبدالرحیم صاحب عظیم آبادی، محمد شفیع سوداگر ورئیس لاہور ان کے بعض کارندوں قاضی میاں جان اور بعد میں مولانا احمداللہ صاحب رئیس پٹنہ عظیم آباد پر سازش کا مقدمہ چلایا اور ان کو پھانسی کی سزا دی، پھر ایک عجیب وغریب نکتہ سے پھانسی کی سزا منسوخ کر کے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی، ''کتاب تواریخ عجیب'' یا ''کالا پانی'' کے چند اقتباسات درج کیے جاتے ہیں، جن سے حکومت کا غصہ اور ان حضرات کی استقامت معلوم ہوگی۔

''پارسن صاحب ہم تینوں آدمیوں کو ساتھ لے کر خوشی خوشی بسواری شکرم دہلی کو روانہ ہوا، شکرم میں سوار کرنے سے پہلے مجھ کو بیڑی، ہتھکڑی، طوق پہنا کر اور طوق میں بطور باگ ایک زنجیر ڈال کر اور اس کا سرا ایک مسلح سپاہی پولیس کے ہاتھوں میں دے کر اس کو میرے پیچھے بٹھایا اور پارسن صاحب اور ایک دوسرا انسپکٹر پولیس دہنے بائیں بھرے ہوئے طمنچوں کی جوڑیاں لے کر میرے بدن سے بدن ملا کر بیٹھ گئے، اس کے سوا پارسن صاحب بار بار مجھ کو راہ میں کہتا ہوا آتا تھا کہ اگر تم ذرا بھی حرکت کروگے تو میں طمنچے سے تم کو مار دونگا، علی گڑھ سے چل کر دہلی تک کھانا پینا تو درکنار کسی سخت ضروری حاجت کے واسطے بھی ہم نہ اتارے گئے، جب نماز کا وقت آتا تھا تو میں بلا طلب واجازت تیمم کر کے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز پڑھ لیتا تھا اور گاڑی بدستور چلی جاتی تھی اور وہ چپ چاپ میری نماز کا تماشا دیکھا کرتے تھے، آخر بصد مصیبت اس حال سے

www.abulhasanalinadwi.org

لوہے میں جکڑے ہوئے ہم دہلی میں داخل ہوئے جہاں لے جا کر زیر بنگلہ ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس دہلی کے ہم کو ایک تہ خانہ میں زندہ درگور بند کر دیا، دوسرے دن دہلی سے کرنال اور پھر کرنال سے انبالہ ہم کو لے گئے، جب ہم انبالہ میں پہنچے بہت رات جا چکی تھی، اسی طرح بے آب ودانہ ہم تینوں آدمیوں کو علیٰحدہ علیٰحدہ تین پھانسی گھروں میں بند کر دیا، جہاں ہم شروع اپریل تک برابر بند رہے، دوسرے دن فجر کے وقت پارسن صاحب سپرنٹنڈنٹ اور میجر ونکفیل صاحب ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس اور کپتان ٹائی صاحب ڈپٹی کمشنر انبالہ مثل یاجوج ماجوج کے میرے کوٹھڑی میں آئے اور مجھ سے کہا کہ تم اس مقدمہ کا سب حال بتا دو، تمہارے واسطے بہت بہتر ہوگا، میں نے کہا میں کچھ نہیں جانتا، اس وقت پارسن صاحب نے مجھ کو پہلے بہت دھمکایا اور پھر مارنا شروع کیا، جب میری مار حد کو پہنچی اور میں گر پڑا تو ٹائی صاحب اور ونکفیل صاحب کوٹھری کے باہر کھڑے ہوگئے اور جب اس قدر مار پر بھی میں نے کچھ نہ بتلایا تو وہ سب اس دن مایوس ہو کر چلے گئے، میں نے جب یہ کیفیت ظلم وتعدی کی دیکھی تو مجھ کو یقین ہو گیا کہ اب مجھ کو یہ لوگ زندہ نہ چھوڑیں گے، میرے ذمہ کچھ رمضان کے روزے باقی تھے، دوسرے دن میں نے ان کی قضا رکھنی شروع کر دی۔

دوسرے دن جب میں روزہ سے تھا، علی الصباح پارسن صاحب پھر آیا اور وہی کارروائی شروع کی، مگر تھوڑی زدوکوب کے بعد مجھ کو اپنی بگھی میں بٹھلا کر ٹائی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ پر لے گیا جہاں پر وہ دونوں صاحب یعنی ٹائی صاحب اور میجر ونکفیل صاحب بھی موجود تھے، اس دن انہوں نے میری بڑی چاپلوسی کی اور کہا کہ ہم تحریری عہد کرتے ہیں کہ اگر تم دوسرے شرکاء اور معاونین جہاد کو بتلا دو تو تم کو سرکاری گواہ کر کے رہا کر دینے کے سوا بڑا عہدہ بھی دیویں گے اور بصورت نہ بتلانے کے تم کو پھانسی ہوگی، میں نے اس چاپلوسی پر بھی انکار کیا تو پھر پارسن صاحب ان دونوں سے انگریزی میں کچھ باتیں کر کے مجھ کو ایک الگ کمرہ میں لے گیا، جہاں لے جا کر پھر مارنا شروع کیا، میں کہاں تک لکھوں، آٹھ بجے فجر سے آٹھ بجے رات تک مجھ پر اس قدر مار

www.abulhasanalinadwi.org

پیٹ ہوئی کہ شاید کسی پر ہوئی ہو لیکن بفضل الٰہی میں سب سہار گیا مگر اپنے رب سے ہر دم یہ دعا کرتا جاتا تھا کہ اے رب یہی وقت امتحان کا ہے، تو مجھ کو اس وقت ثابت قدم رکھیو، جب وہ ہر طرح مایوس ہو گئے تو لاچار بعد آٹھ بجے رات کے مجھ کو جیل خانہ کو واپس بھیج دیا، میں تمام دن روزے سے تھا، بنگلہ سے نکل کر درخت کے پتوں سے روزہ افطار کر لیا اور جیل میں پہنچ کر جو میرے حصہ کا کھانا رکھا تھا، اس کو کھا کر شکر الٰہی کر کے سو رہا، جس دن میں ٹائی صاحب کے بنگلہ پر اس مار پیٹ کی لذت بنگلہ کے اندر اٹھا رہا تھا، اس وقت منشی حمید علی صاحب تھانپوری تحصیلدار نرائن گڑھ صرف اس قصور پر کہ اس نے میری گرفتاری سے چند برس پہلے اپنے کسی دنیاوی معاملہ میں مجھ کو ایک خط لکھا تھا اور بعض عملہ کچہری نے جو اس کے دشمن تھے اس خط کے معنی غلط بیان کر دیے تھے جس پر وہ غریب معزز عہدہ دار معطل ہو کر باہر برآمدہ میں غمگین بیٹھا تھا، میں اس کا غمگین چہرہ دیکھ کر اپنی تکلیف بھول گیا اور یہ خیال دل میں آیا کہ مجھ منحوس نالائق کو فقط ایک خط لکھنے پر یہ بیچارہ بے گناہ بھی پکڑا گیا، اگر اس کے بدلے مجھ کو ہی سزا ہو جائے اور یہ رہا ہو جائے تو بہت بہتر ہے، میں اپنی اس حالت زار میں اس کے واسطے بہت دعا کرتا رہا، فضل الٰہی سے وہ ناکردہ گناہ آخر بری ہو کر پھر اپنے عہدہ پر بحال ہو گیا اور اب تک اول درجہ کا عہدہ دار ملک پنجاب میں ہے، اس تاریخ کے بعد پھر مجھ کو کبھی گواہ شاہد ہونے کی ترغیب نہیں دی گئی''۔

''دسمبر سے اپریل تک یہ سب دار و گیر ہو کر بماہ اپریل مجسٹریٹ ضلع انبالہ میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور ہم سب لوگوں کو پھانسی گھروں سے نکال کر کچہری میں لے گئے، اس وقت معلوم ہوا کہ میرا حقیقی بھائی محمد سعید میرے اوپر اور محمد رفیع حقیقی بھائی محمد شفیع کا اس کے اوپر پھانسی کی دھمکی سے گواہ ہو گئے اور اسی کارروائی سے بچاس (۵۰) ساٹھ (۶۰) آدمی جن میں اکثر مولوی ملاں تھے، ہمارے اوپر گواہ بنائے گئے لیکن اکثر گواہ گواہی دیتے وقت بھی ہماری طرف دیکھ کر زار زار روتے جاتے تھے مگر بے بس، اگر گواہی نہ دیویں تو قطع نظر مار پیٹ کے پھانسی کا سامنا تھا اور یہ سب گواہ تا ادائے شہادت محکمہ سیشن کے مثل قیدیوں کے زیر حراست پولیس رکھے گئے تھے اور

www.abulhasanalinadwi.org

پولیس ہی سے ان کو عمدہ خوراک اور لباس ملتا تھا، چنانچہ لاکھوں روپیہ سرکار کا ان بے جا کارروائیوں پر صرف ہوگیا، اور مار پیٹ کی تو یہ حالت تھی کہ عباس نام کا ایک لڑکا جو مدت سے میرے گھر میں رہ کر پرورش پایا تھا، جب مجسٹریٹی میں گواہی دیتے وقت مجھ کو دیکھ کر مارے محبت کے جھوٹا اور آموختہ بیان میرے اوپر کرنے سے ہچکچایا تو اسی روز رات کو اس کو ایسی سخت سزا دی گئی کہ وہ بچہ اس صدمہ سے قبل از درپیشی مقدمہ سیشن کے مر گیا مگر رفع بدنامی کے واسطے پارسن صاحب نے اس کا مرنا کسی مرض سے مشہور کردیا، جس دن ہم اول روز مجسٹریٹی میں حاضر کئے گئے تو میرا بھائی بھی بزمرۂ گواہان زیر حراست پولیس تھا، اس نے مجھ کو بذریعہ ایک سپاہی پولیس کے یہ خبر بھیج دی کہ مجھ کو پولیس نے مار پیٹ کر تمہارے اوپر گواہ بنالیا ہے، سواب جس وقت برسر اجلاس میرے اظہار تحریر ہوں گے تو میں اپنے اس بیان سے جو مار پیٹ کر لکھایا ہے پھر جاؤں گا، اس کے جواب میں میں نے اس کو کہلا بھیجا کہ میری قید اور رہائی کچھ تمہارے بیان پر موقوف نہیں ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ہے، اگر تمہارا اظہار بحلف ہوا ہے تو اب اس سے پھر جانے پر بجرم دروغ حلفی تم کو سزائے سخت ہوجاوے گی، میں تو پہلے سے پھنسا ہوا ہوں تمہارے پھنس جانے سے والدہ ضعیفہ صدمہ کھا کر ہلاک ہوجاوے گی، اس واسطے بہتر ہے کہ جو تم نے پہلے لکھایا ہے وہی اب بھی بیان کرو، لیکن بایں ہمہ جب اس کا اظہار میرے سامنے ہونے لگا تو وہ پہلے اظہار سے منکر ہوگیا، صاحب لوگ برسر اجلاس اس کا انکار سن کر اول تو بڑے غصے ہوئے مگر بوجہ اس کی صغر سنی کے اس کو کچھ سزا نہ دے سکے اس کا نام گواہوں سے کاٹ کر اس کو نکال دیا، کثرت گواہوں کے سبب سے ایک ہفتہ تک فقط یہی مقدمہ کچہری مجسٹریٹی میں پیش ہوتا رہا، صاحب لوگوں کا تعصب ہم لوگوں سے یہاں تک تھا کہ جب بروقت درپیشی مقدمہ کے ہم نے یہ درخواست کی کہ ہماری نماز کا وقت آگیا ہے ہم کو نماز پڑھنے کی اجازت بخشی جائے تو یہ اجازت بھی ہم کو نہ دی گئی مگر وہ ہمارا کیا کرسکتے تھے، ہم نے عین دوران مقدمہ تیمّم کرکے بیٹھے ہوئے اشاروں سے نماز پڑھ لی، ایک ہفتہ کی کارروائی کے بعد ہمارا مقدمہ سیشن سپرد ہوا، اس وقت تم ہم پھانسی

www.abulhasanalinadwi.org

گھروں میں علیٰحدہ علیٰحدہ قید تھے، بعد سپردگی سیشن کے ہم سب کو ایک جگہ حوالات میں بند کر دیا، اب بعد ایک مدت کے تنہائی اور چلہ کشی کے جو ہم سب دوست ایک جگہ جمع ہوئے تو بڑی خوشی ہم لوگوں کو ہوئی، میں تو سعدی کا یہ شعر اکثر پڑھا کرتا تھا:

پائے در زنجیر پیش دوستاں
بہ کہ بابیگانگاں در بوستاں

مگر ایک مدت دراز چار ماہ تک تخلیہ اور تنہائی سے ہم لوگوں کو بہت روحانی فائدہ ہوا تھا، انوار الٰہی آئینہ صافیہ قلب میں خوب محسوس ہوتے تھے، نماز روزہ میں کمال لذت محسوس ہوتی تھی کہ شاید وہ کیفیت برسوں کے چلہ کشی اور گوشہ نشینی میں بھی حاصل نہ ہوتی، اس وقت مولوی یحییٰ علی صاحب کی صحبت ایک مغتنمات سے تھی''

''اس صبر اور استقلال کے انعام کو خیال کر کے اول سے آخر تک میری زبان پر تو شکر ہی شکر جاری رہا، مولوی یحییٰ علی صاحب کی کیفیت اس سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر تھی، وہ اکثر اس رباعی کے مضمون کو ادا کیا کرتے تھے:

فلست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان في اللہ مصرعی
وذلک في ذات الالہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

ترجمہ: نہیں پروا کرتا ہوں میں جب کہ مارا جاؤں میں مسلمان کسی کروٹ پر ہو پھر کر جانا میرا طرف خدا کی اور یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اگر چاہے برکت دیوے اوپر ملا دینے ٹکڑوں پراگندہ کے۔

یہ وہ رباعی ہے جب حضرت خبیبؓ ایک صحابی کو کفار مکہ پھانسی دینے لگے تو اس نے نہایت جوانمردی سے یہ رباعی پڑھ کر راہ خدا میں جان دی اور شہید ہوا اور اس کی موت کی خبر اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس کا سلام خود جبرئیل علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں پہنچایا تھا، مولوی یحییٰ علی صاحب بڑے درد اور عشق سے یہ شعر بھی اکثر سید صاحب کے فراق میں پڑھا کرتے تھے:

اتنا پیغام درد کا کہنا
جب صبا کوئے یار سے گزرے
کون سی رات آپ آئیں گے
دن بہت انتظار میں گزرے

بعد التوائے دراز کے ۲ رمئی ۱۸۶۴ء کو پھر ایک آخری اجلاس سیشن ہوا اور جج صاحب موصوف اپنی تجویز اور فتویٰ سزا پر اپنے گھر پر بیٹھ کر حسب ایما گورنر صاحب کے لکھ لائے تھے، اس دن اجلاس میں بیٹھنے کے ساتھ ہی پہلے چاروں اسیروں سے سیشن جج صاحب نے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ لوگوں نے اس مقدمہ کو اول سے آخر تک سنا، اب جو رائے ہو لکھ کر پیش کرو، ہم نے دیکھا کہ یہ چاروں اسیر اس وقت بھی ہماری شکلوں کو دیکھ دیکھ آنسو بھر لاتے تھے اور دل سے ہماری رہائی کے خواہاں تھے مگر جب صاحب سیشن جج و کمشنر کی رائے کو ہماری سزا پر مائل پایا تو مارے ڈر کے انہوں نے بھی لکھ دیا کہ ہمارے نزدیک بھی جرم مندرجہ فرد قرارداد ثابت ہے پھر تو صاحب جج و کمشنر نے بعد حصول اس حیلۂ قانونی کے اپنی تجویز جو پہلے سے میز پر لکھی ہوئی رکھی تھی پڑھنی شروع کی جس میں آئیں بائیں شائیں کر کے پلوڈن صاحب کی عمدہ دلیل کا جواب تھا اور پھر سب سے پہلے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم عقلمند اور ذی علم اور قانون داں اور اپنے شہر کے نمبردار اور رئیس ہو، تم نے اپنی ساری عقلمندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا، تمہارے ذریعہ سے آدمی اور روپیہ سرکار کے دشمنوں کو جاتا تھا، تم نے سوائے انکار بحث کے کچھ حیلتاً بھی خیر خواہی سرکار کا دم نہیں بھرا اور باوجود فہمائش کے اس کے ثابت کرانے میں کچھ کوشش نہ کی، اس واسطے تم کو پھانسی دی جاوے گی اور تمہارے کل جائداد ضبط سرکار ہوگی اور تمہاری لاش بھی تمہارے وارثوں کو نہ دی جائیگی بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ گورستان جیل میں گاڑ

www.abulhasanalinadwi.org

دی جائے گی اور اخیر میں یہ کلمہ بھی فرمایا کہ میں تم کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہونگا، یہ سارا بیان موصوف کا میں نے نہایت سکوت سے سنا مگر اس آخری فقرہ کے جواب میں میں نے کہا کہ جان دینا اور لینا خدا کا کام ہے، آپ کے اختیار میں نہیں ہے وہ رب العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے تم کو ہلاک کر دے لیکن اس جواب باصواب پر وہ بہت خفا ہوا مگر پھانسی کا حکم دینے سے زیادہ اور میرا کیا کر سکتا تھا، جس قدر سزائیں اس کے اختیار میں تھیں سب دے چکا تھا لیکن اس وقت میرے منہ سے یہ الہامی فقرہ ایسا نکلا تھا کہ میں تو اس وقت تک زندہ موجود ہوں مگر وہ اس حکم کے دینے کے تھوڑے عرصہ کے بعد ناگہانی موت سے راہی ملک عدم ہوا، مجھ کو اپنی اس وقت کی کیفیت خوب یاد ہے کہ میں اس حکم پھانسی کو سن کر ایسا خوش ہوا کہ شاید ہفت اقلیم کی سلطنت ملنے سے بھی اس قدر مسرور نہ ہوتا، اس حکم کے سننے سے میری وہ کیفیت ہوئی کہ گویا جنت فردوس اور حوریں آنکھوں کے سامنے پھرنے لگ گئی تھیں، میرے بعد مولوی یحییٰ علی صاحب اور ان کے بعد محمد شفیع اور ان کے بعد نمبر وار سب آدمیوں کو حکم سزا سنا دیا گیا، جن میں میں اور مولوی یحییٰ علی صاحب اور حاجی محمد شفیع تین آدمیوں کے واسطے پھانسی وغیرہ حسب مذکورۂ بالا اور باقی آٹھ مجرموں کو دائم الحبس بعبور دریائے شور مع ضبطی جائداد کے سزا ہوئی، میں نے مولوی یحییٰ علی صاحب کو بھی نہایت بشاش پایا، لیکن محمد شفیع کے چہرہ کا رنگ بدل گیا تھا، تاہم انہوں نے بھی اپنی طبیعت کو بہت تھاما، اس دن پولیس والے اور تماشہ بین مرد عورت بکثرت حاضر تھے۔ قریب تمام کے احاطہ کچہری ضلع انبالہ کا خلقت سے بھرا ہوا تھا، حکم سنا کر اس کا چپ ہونا تھا کہ صدہا مسلح اہل پولیس زیر حکم کپتان پارسن صاحب میرے نزدیک آ کر کہنے لگا کہ تم کو پھانسی کا حکم ملا ہے تم کو رونا چاہئیے، تم کس واسطے اتنا بشاش ہے، میں نے چلتے چلتے اس کو بولا کہ شہادت کی امید پر جو سب سے بڑی نعمت ہے اور تم اس کو کیا جانو، اس مقام پر یہ بات بھی بیان کر دینا ضروری ہے کہ پارسن صاحب بھی ایڈورڈس صاحب سے بڑھ کر متعصب تھا اور اس مقدمہ میں شروع سے اس نے ہم لوگوں پر بہت ظلم کیا تھا جس کی تفصیل یہ قلم بھی نہیں کر سکتی، مگر خداوند

www.abulhasanalinadwi.org

تعالیٰ منتقم حقیقی تو موجود تھا گو اس کے کام دیر اور سہولت سے ہوتے ہیں، ہم کو سزا ہو کر تھوڑے دن گزرے تھے کہ یہ بے خوف بھی دنیا ہی میں پاگل ہو کر راہی ملک عدم ہوا، اس دن تماشہ بین لوگ ہماری پھانسی کا حکم سن کر اکثر زار زار روتے تھے، کوئی خدا کی مرضی اور راضی بقضا سے اپنے رنج کو روکتا تھا، کوئی دم بخود و ساکت ہو کر ہم کو دیکھ رہا تھا، جیل خانہ تک بیسیوں مرد عورت ارد گرد سڑک کے ہمارا منہ دیکھتے ہوئے چلے گئے، اسی حالت کے اندر پولیس ہم کو جیل خانہ میں لے گئی اور وہاں پہنچ کر ہمارے کپڑے اور لباس معمولی اتار کر ضبط کر لیے گئے اور ہم سب کو گیروا لباس پہنا دیا، ہم تین پھانسی والوں کو علیحدہ علیحدہ تین پھانسی گھروں میں بند کر دیا، باقی آٹھ آدمیوں کو جیل خانہ میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ ملا دیا، ۲ رمئی کی رات کو جب ہم ان تنگ تاریک کوٹھریوں میں جو نواب سراج الدولہ کے بلیک ہول قلعۂ کلکتہ سے بھی بڑھی ہوئی تھیں بند ہوئے تو پہلی ہی رات کو ایک جہنم کا نمونہ ہو گیا، اسی صبح کو ہم نے اہالیان جیل خانہ سے اپنی یہ تکلیف بیان کر کے چاہا کہ کسی طرح بوقت شب ان کوٹھریوں سے باہر رکھا جائے مگر سب اہالی جیل خانہ مارے ڈر کے انکار کر کے باہر چلے گئے، لیکن ان کا انکار کر کے جیل خانہ سے باہر نکلنا تھا کہ سامنے سے ایک سوار تار گھر سے ایک ضروری لفافہ لے کر پہنچا، لفافہ کھول کر جو دیکھا تو اس میں یہی لکھا تھا کہ ان تین پھانسی والوں کو بوقت شب میدان میں باہر سلا دیا کرو، یہ طرفہ تماشہ تائید الٰہی کا دیکھ کر اسی دم جیل خانہ والوں نے ہم کو یہ حکم سنا دیا، ہمارے واسطے بڑے اہتمام سے تین پھانسیاں اور اس کے ریشمی رسے تیار ہوئے اور ادھر مثل مقدمہ کے واسطے منظوری پھانسی کے محکمۂ چیف کورٹ پنجاب میں بھیج دیا''۔

'' ۲ رمئی تاریخ سنانے حکم پھانسی سے ۱۶ ر ستمبر تک ہم پھانسی گھروں میں بند رہے، اہالیان جیل ہمارے پھانسی دینے کا سامان تیار کر رہے تھے اور ادھر ہم انگریزوں کا تماشہ بن رہے تھے، صدہا صاحب لوگ اور میم روزانہ ہمارے دیکھنے کو پھانسی گھروں میں آتے تھے مگر بخلاف دوسرے عام پھانسی پانے والوں کے ہم کو نہایت شاداں و فرحاں پا کر یہ پورپین بہت

www.abulhasanalinadwi.org

تعجب کرتے، اکثر ہم کو پوچھتے تھے کہ تم کو بہت جلد پھانسی ہوگی، تم خوشی کس واسطے کرتے ہو، ہم اس کے جواب میں صرف اس قدر کہہ دیتے کہ ہمارے مذہب میں خدا کی راہ میں ایسے ظلم سے مارے جانے پر درجہ شہادت کا ملتا ہے، اس واسطے ہم کو خوشی ہے''۔

''اب اس مقلب القلوب کی ظاہری کارروائی کو سنیے، جب بہت سے صاحب اور میم ہم کو پھانسی گھروں میں نہایت شاداں وفرحاں دیکھ گئے تو یہ چرچا سب صاحب لوگوں میں پھیلا تب ان صاحب لوگوں نے جو ہمارے جانی دشمن تھے یہ خیال کیا کہ ایسے دشمنوں کو منہ مانگی موت شہادت جس کے واسطے وہ ایسا خوش ہو رہے ہیں دینی نہیں چاہیے بلکہ ان کو کالے پانی بھیج کر وہاں کی مصائب اور سختیوں سے ہلاک کرانا چاہیے۔ ہم نے دیکھا کہ مطابق اسی ہماری پیشین گوئی کے صاحب ڈپٹی کمشنر انبالہ ۱۶ ستمبر کو پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم ہم کو پڑھ کر سنا دیا کہ تم پھانسی پڑنے کو بہت دوست رکھتے ہو اور شہادت سمجھتے ہو، اس واسطے سرکار تمہاری دل چاہی سزا تم کو نہیں دیوے گی، تمہاری پھانسی سزائے دائم الحبس بعبور دریائے شور سے بدلی گئی، بجز دسنانے اس حکم کے پھانسی گھروں سے دوسرے قیدیوں کے ساتھ بارکوں میں ملا دیا، اور جیل خانہ کے دستور کے موافق مقراض سے ہماری داڑھی مونچھ اور سر کے بال وغیرہ سب تراش کر منڈی بھیڑ سا بنا دیا، اس وقت میں نے دیکھا کہ مولوی یحییٰ علی صاحب اپنی داڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا اٹھا کر کہتے تھے کہ افسوس نہ کر تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اور اس کے واسطے کتری گئی''۔

۱۸۶۵ء میں یہ لوگ پورٹ بلیر انڈمان بھیجے گئے، ان لوگوں کے جانے کے بعد صادق پور پٹنہ کے وہ مکانات جن میں جماعت کے لوگ ٹھہرے تھے مع مکانات کھودوا کر پھنکوا دیے گئے ۱۸۷۱ء کے اخیر تک بہار اور بنگال میں گرفتاری کا سلسلہ جاری رہا۔ پٹنہ میں امیر خاں سوداگر چرم اور مولوی تبارک علی وغیرہ پٹنہ میں مولوی امیر الدین صاحب اور اسلام پور میں ایک معمر وضعیف شخص ابراہیم منڈل کو گرفتار کیا گیا، اور پرانے گواہوں سے گواہی دلوا کر کالے پانی روانہ کر دیا گیا، امیر خاں

www.abulhasanalinadwi.org

کی جائداد سے حکومت نے مقدمہ کا کل خرچ پورا کیا، پورٹ بلیر میں مولانا احمد اللہ صاحبؒ اور مولانا یحییٰ علی صاحبؒ نے انتقال فرمایا، ۱۸۸۳ء میں اٹھارہ برس کے بعد مولوی محمد جعفر صاحبؒ اور ان کے رفقاء کی رہائی کے احکام جاری ہوئے اور یہ حضرات ہندوستان واپس آئے، مولانا عبدالرحیم صاحب نے صادق پور کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ انہیں کے الفاظ میں سننے کے قابل ہے:

''صادق پور گیا تو وہاں دیکھا کہ ہم لوگوں کے مکانات کل منہدم کر کے کف دست میدان بنادیا گیا ہے اور اس پر بازار اور میونسپلٹی کے مکانات بنادیے گئے ہیں، میں نے چاہا کہ اپنے خاندانی مقبرہ کو جہاں چودہ پشت سے ہمارے آبا واجداد دفن ہوتے چلے آئے تھے جا کر دیکھوں اور خصوصاً اپنے والدین ماجدین غفر اللہ لہما کے مزار کی زیارت کروں اور اس پر دعائے مغفرت اور فاتحہ پڑھوں مگر ہر چند کہ کوشش کی پتہ نہ ملا، بعد تجسس وتفحص بسیار غور وفکر کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ حضرات والدین ماجدین کی قبریں کھود کر اس پر بنائے عمارت میونسپلٹی بنادی گئی ہے، اے حضرات ناظرین! اس وقت اس حرکت کا جو ہمارے اموات کے ساتھ کی گئی جو صدمہ دل پر گزرا وہ بیرون از حیطۂ تحریر وتقریر ہے۔ اس وقت تک اس کی یاد سے بدن کے رونگٹے تک کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے جرم میں ہمارے اموات وآبا واجداد کی قبریں کیوں کھودی گئیں اور وہ مقبرہ کیوں معرض ضبطی میں آیا، ہماری عادل گورنمنٹ نے کیوں یہ کام کیا''۔(۱)

(۱) کاروانِ ایمان وعزیمت صفحہ ۸۰

www.abulhasanalinadwi.org

شیخ الہند کی تحریک آزادی

ایک اہم تحریک:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی نے آزادی کی جو تحریک منظم کی تھی اگرچہ اسے براہ راست جماعت مجاہدین سے ربط و تعلق نہ تھا لہذا اس کے تفصیلی تذکرے کا یہ موزوں مقام نہیں، تاہم دونوں تحریکوں میں اشتراک کے کئی پہلو موجود تھے۔ دونوں کا سلسلہ ارادت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ پر منتہی ہوتا تھا۔ دونوں کے مقاصد میں خاصی یکسانی تھی، دونوں ں مسلمانوں کی سربلندی اور ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشاں تھیں، دونوں نے ابتدائی سرگرمیوں کے لئے یاغستان کو منتخب کیا اور ہندوستان کے حواشی میں یہی ایک موزوں خطہ تھا جہاں بین الملی پیچیدگیوں سے محفوظ رہ کر تہیہ ساز وسامان، فراہمی افراد اور استعداد عمل کے لئے جد و جہد کی جا سکتی تھی۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت شیخ الہند کے مقرر فرمائے ہوئے کارکن بوقت ضرورت جماعت مجاہدین سے مدد لیتے رہے، دونوں جماعتوں کے کارکنوں کو جہاں ایک دائرے میں کام کا موقع ملا وہ اشتراک پر کاربند رہے، لہذا اس تحریک کا مجمل سا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔

ابتدائی طریق کار

افسوس کہ اس تحریک کے پورے حالات اب تک روشنی میں نہ آ سکے۔ میں جانتا ہوں کہ مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا عبید اللہ مرحوم سندھی نے اپنے حلقہ ہائے عمل کے متعلق خاصی گراں قدر معلومات فراہم کر دی ہیں لیکن جس حد تک مجھے علم ہے تحریک کے ابتدائی طریق کار کا سراغ لگانے کی کوئی کوشش نہ کی گئی۔ میرے مطالعے اور غور و فکر کا نچوڑ یہ ہے کہ حضرت شیخ الہند اپنی عملی زندگی کے آغاز ہی میں ایک نقشہ عمل تیار کر چکے تھے اور اسے

www.abulhasanalinadwi.org

لباس عمل پہنانے کی کوششیں انہوں نے اس وقت سے شروع کر دی تھیں جب ہندوستان کے اندر سیاسی سرگرمیاں محض برائے نام تھیں۔ ملک کے حالات کسی تیز تحریک کے لئے ہرگز سازگار نہ تھے۔ مسلمانوں پر حیرانی اور افسردگی طاری تھی۔ وہ ثریا سے تحت الثری میں جا گرے تھے اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اپنی کھوئی ہوئی حیثیت حاصل کرنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کریں اور کس طریق عمل پر گامزن ہوں۔ ایسے اصحاب بہت کم نظر آتے تھے جن کے خلوص پر اعتماد کیا جا سکے اور جو پیش نظر مقاصد کے لئے بے تکلف ہر قسم کی قربانیوں پر آمادہ ہوں۔ پھر حضرت شیخ الہند کے سامنے ایک بڑی مصلحت یہ بھی تھی کہ دار العلوم دیوبند کو حکومت کے عتاب کا ہدف بننے سے حتی الامکان محفوظ رکھیں۔

اسلامی درسگاہوں کی تحریک

میرے اندازے کے مطابق انھوں نے یہ طے کیا تھا کہ جن جن اصحاب میں عملی صلاحیت پائیں انہیں جا بہ جا خصوصاً یاغستان کے مختلف حصوں میں دینی اور اسلامی درس گاہیں قائم کرنے کی ترغیب دیں۔ ملا صاحب سنڈاکے نے بھی حضرت شیخ الہند سے ملاقات کی تھی۔ انھوں نے جب یہ کام شروع کیا تو ابتداء میں ایک اہم اسلامی درسگاہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ حاجی صاحب ترنگ زئی شیخ الہند سے استفادہ کر چکے تھے۔ ان کے پیش نظر بھی درس گاہیں قائم کرنے ہی کا سلسلہ تھا۔

سید عبدالجبار شاہؒ تھانوی لکھتے ہیں:

جب مجھے نمائندگان سوات نے بتایا کہ ملا صاحب سنڈاکے اسلامیہ کالج پشاور کے بالمقابل ایک عالی شان اسلامی درس گاہ کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں تو میں نے ان پر صاف صاف واضح کر دیا کہ یہ اصطلاح ایک خاص جماعت کا شعار ہے جس میں مولوی صاحبان اور علماء شامل ہیں۔ اسلامی درس گاہوں کو حکومت برطانیہ کے خلاف تنظیمات کا پروردہ بنا لیا گیا ہے اور حاجی صاحب ترنگ زئی جو اپنے ضلع میں ایسی درسگاہیں قائم کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس حلقے کے ایک رکن ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سید صاحبؒ کہتے ہیں کہ:

مجھے تو یہ علم نہ تھا کہ یہ اصطلاح کس نے ایجاد کی اور اس کا مرکز کہاں تھا لیکن جنگ طرابلس اور جنگ بلقان نے واضح کر دیا تھا کہ یوروپ کی بڑی بڑی سلطنتیں ترکوں کے دشمن حملہ آوروں کی پشتیبانی کر کے خلافت اسلامیہ کو برباد کر دینے کے درپے ہیں۔ اس پر مسلمانوں میں ہمہ گیر بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ علماء حق خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے سرگرم عمل ہو گئے۔ اس سلسلے میں تبلیغ واشاعت کے لئے بہترین طریقہ یہ سمجھا گیا کہ گاؤں گاؤں اور بستی بستی میں اسلامی درسگاہیں قائم کر دی جائیں۔ (۱)

صحیح تربیت

غرض شیخ الہند کا ابتدائی منصوبہ یہی تھا اور اسے حضرت کے تعلیمی مشاغل سے خاص مناسبت تھی۔ یاد رہے کہ سید احمد شہیدؒ نے جب مسلمانوں کو بہ غرض جہاد منظم کرنے کا قصد فرمایا تھا تو شیوے کے مطابق مختلف علاقوں کے دورے شروع کر دئے تھے۔ جگہ جگہ وعظ بھی ہوتے، بیعت بھی لی جاتی ''توجہ'' بھی دی جاتی۔ اس طریقے کو سید شہیدؒ کے مشاغل سے خاص مناسبت تھی۔ میرے نزدیک مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی بانیان دارالعلوم دیوبند کا اصل مقصد ونصب العین بھی وہی تھا جس کے لئے کارفرمایان دیوبند میں سے صرف حضرت شیخ الہند سرگرم عمل ہوئے۔ اس طریقے اور شیوے کے مطابق جلد حسب مراد نتیجے بر آمد ہونے کی توقع نہ رکھی جا سکتی تھی تاہم یہ بڑا فائدہ یہ تھا کہ انقلابی مساعی کے ساتھ ساتھ عوام کی صحیح تربیت کا کام بھی انجام پاتا جاتا، جس طرح سید شہیدؒ کی دعوت اصلاح میں انجام پاتا تھا اس انقلاب سے بڑھ کر مصیبت خیز اور تباہ کن شئے کوئی نہیں ہو سکتی جس کے عوام پیش نظر مقصد کی تربیت سے کاملاً بے بہرہ ہوں۔ دریاؤں کا پانی نہروں کے ذریعہ سے کھیتوں میں پہنچتا ہے تو

(۱) شہادت الثقلین حصہ دوم قلمی نسخہ ص ۳۷

www.abulhasanalinadwi.org

مکتبۃ العلامۃ عبد الحی الحسنی
دار عرفات رائے بریلی یو۔پی

زمین کی اندرونی صلاحیتیں پیداوار کے انبار فراہم کردیتی ہیں لیکن اگر وہ پانی بے پناہ سیل کی شکل اختیار کرلے تو بستیوں کی ویرانی اور فصلوں کی بربادی کے سوا کیا نتیجہ نکلے گا؟

حوادث کا ہجوم وتواتر

مجھے یقین ہے کہ حضرت شیخ الہند مرحوم ومغفور اپنے اسی منصوبے کے مطابق کاربند رہنا چاہتے تھے، لیکن حالات کی خوفناک مخالفانہ رفتار اور حوادث کا ہجوم وتواتر ان کے صبر وشکیب کے لئے شدید آزمائشوں کا موجب بن گیا۔

۹ / ۱۵۰۸۱

مولانا حسین احمد فرماتے ہیں کہ:

حضرت کی گہری نظر واقعات عالم، بالخصوص ہندوستان اور ترکی پر مرکوز رہتی تھی طرابلس اور بلقان کے زہرہ گداز مظالم اور اندرون ہند میں انگریزوں کی روز افزوں چیرہ دستیوں نے انہیں اس قدر متاثر کیا کہ آرام اور چین تقریباً حرام ہوگیا، گویا وہ اپنے اختیار سے نکل گئے۔ نتائج وعواقب سے بے پرواہ کر انہیں سر بہ کف اور کفن بردوش میدان انقلاب میں نکلنا پڑا، زمانے کی تاریکیاں، موسم کی کالی کالی گھٹائیں، احوال کی نزاکتیں، اہل ہند بالخصوص مسلمانوں کی ناگفتہ بہ کمزوریاں رکاوٹ بن کر سامنے آئیں اور کچھ عرصہ اسی غور وخوض میں گزرا، مگر پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ اس لئے خوب سوچ سمجھ کر صرف قادر مطلق پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کام شروع کردیا۔

ابھی وہ کوئی فیصلہ کن قدم نہ اٹھا سکے تھے کہ پہلی جنگ یوروپ شروع ہوگئی۔ دو تین ماہ بعد ترک انگریزوں کے خلاف جنگ میں شامل ہوگئی۔ گویا اطمینان ودل جمعی سے آہستہ آہستہ کام جاری رکھنے اور نتائج کا انتظار کرنے کی مہلت ختم ہوگئے اور اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ جو کچھ بھی ممکن ہو فی الفور کیا جائے تا کہ انگریزوں کی مشکلات میں اضافہ ہو، ترکوں کو تقویت پہنچے اور ہندوستان کی آزادی کا خواب اپنی صحیح تعبیر سے ہم آغوش ہوجائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

فوری کام کی ضرورت

حضرت شیخ الہند ان تمام اصحاب کی طبیعتوں اور صلاحیت استقامت کا انداز فرماتے رہتے تھے جو ان کے پاس تعلیم واستفادہ کی غرض سے آتے ان میں سے بعض موزوں اصحاب کو انھوں اپنے کام کے لئے چن لیا تھا۔ انہیں حکم دے دیا کہ جلد سے جلد یاغستان پہنچ جائیں اور آزاد قبائل کو ہندوستان پر حملے کے لئے اٹھائیں۔ مولانا عبید اللہ مرحوم کو انہوں نے افغانستان بھیج دیا کہ امیر حبیب اللہ خاں والی افغانستان کو اس نازک وقت میں خدمت اسلامیت کے لئے جاں بازانہ اقدام پر آمادہ کریں۔ حاجی صاحب ترنگ زئی اور ملا صاحب سنڈاکے کے متعلق ہمیں قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ حضرت شیخ الہند کی تحریک سے وابستہ تھے۔ انکے علاوہ مولانا سیف الرحمٰن، مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری، مولانا فضل ربی، مولانا فضل محمود، مولانا محمد اکبر حضرت شیخ کے خاص کارکن تھے۔ خود ہندوستان میں ان کے مخلص کارکنوں کا شمار مشکل ہے۔ مثلاً مولانا عبد الرحیم رائے پوری، مولانا خلیل احمد، مولانا محمد احمد چکوالی، مولانا محمد صادق (کراچی) شیخ عبد الرحیم سندھی، مولانا محمد ابراہیم راندیری، مولانا غلام محمد دین پوری، مولانا تاج محمود (امروٹ ضلع سکھر)، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکیم عبد الرزاق انصاری وغیرہ سیکڑوں ایسے اصحاب ہیں جن کے نام بھی ہمیں معلوم نہیں۔ مولانا ابوالکلام، مولانا محمد علی، حکیم اجمل خاں، نواب وقار الملک اور وقت کے اکثر بڑے بڑے رہنما حضرت شیخ الہند کے مشیر ومعاون تھے۔

مولانا عبید اللہ سندھی

مولانا عبید اللہ سندھی کابل جانے کے لئے تیار ہو گئے تو اس سلسلے میں پہلا اہم مسئلہ روپے کا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے اس مقصد کے لئے حاجی سیٹھ عبد اللہ ہارون مرحوم سے ملاقات کی۔ انہوں نے بے تامل پانچ ہزار روپے پیش کر دئے جو مولانا عبید اللہ کو دئے گئے۔ امعلوم نہیں اس کے

www.abulhasanalinadwi.org

سوا بھی کوئی رقم ملی یا نہ ملی۔ دوسرا مسئلہ اخفاء کا تھا، خفیہ پولس مولانائے مرحوم پر متیعن تھی اور ان کی ہر نقل وحرکت کی نگرانی کی جاتی تھی۔ اس مصیبت سے بچنے کی تدبیر یہ سوچی گئی کہ مولانا بہاول پور اور سندھ چلے جائیں۔ وہاں دیہات میں اس طرح رہنے لگیں، گویا کوئی کام ان کے پیش نظر نہیں۔ چنانچہ وہ ۱۹۱۵ء کے اوائل میں دہلی چھوڑ کر پہلے بہاول پور بعد ازاں سندھ پہونچ گئے۔ اس اثناء میں راستے کے انتظامات بھی کرتے رہے۔ پھر یکا یک نکلے اور 15/اگست کو سور ایک علاقے میں داخل افغانستان ہوئے۔ شیخ عبدالرحیم سندھی بلوچستان کے آخری حد تک ساتھ رہے۔ قیام افغانستان کے حالات کا خلاصہ یہ ہے کہ قندھار ہوتے ہوئے 15/اکتوبر ۱۹۱۵ء کو کابل پہونچے۔ سردار نصر اللہ خاں، امیر حبیب اللہ خاں اور ان کے فرزند اکبر عنایت اللہ خاں سے ملاقاتیں کی۔ ترکی اور جرمن مشن آیا اور ہندوستانیوں نے حکومت موقتہ قائم کی تو مولانا اس کے ہمنوا نہ رہ سکے۔ راجا مہندر پرتاپ صدر حکومت موقتہ کے متعلق مولانا کو یقین ہو چکا تھا کہ اس کہ وہ کانگریس کے بجائے ہندو مہاسبھا کے کارندے ہیں اور انھوں نے خود حکومت موقتہ کی اسکیم لالہ لاجپت رائے کو دے دی تھی۔ غالباً اسی اسکیم کی بنا پر لالہ لاجپت رائے نے یہاں افغانوں کے حملے کا افسانہ تیار کیا تھا۔ حکومت موقتہ کی طرف سے روس جاپان اور ترکی مشن بھیجے گئے۔ مولانا ان کی تجویز وترتیب میں شریک رہے۔ افغانستان میں خدام خلق کی ایک جماعت بنائی جس کا نام ''جنود اللہ'' رکھا۔ امیر امان اللہ خاں کے عہد میں ایک ہندوستانی تعلیم گاہ قائم کرنے کی اجازت لی لیکن برطانوی سفیر نے زور دے کر یہ اجازت مسترد کرادی۔ ۱۹۲۳ء میں افغانستان سے نکل کر ماسکو اور استنبول ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ (۱)

(احاشیہ) حاجی سیٹھ عبداللہ ہارون مرحوم نے پچیس روپے ماہانہ کی ملازمت سے زندگی شروع کی تھی پھر وہ بہت بڑے تاجر بن گئے اور ان کی آمدنی لاکھوں روپے سالانہ تھی وہ ہر دور اور ہر عہد میں قومی کاموں کے لیے معتمد بہ رقمیں نکالتے تھے، موجودہ صدی کے اوائل میں سندھ کے اندر تبلیغ اسلام کے لیے جو کام جاری ہوا تھا اس میں بھی بے شمار روپیہ خرچ کیا، خلافت

www.abulhasanalinadwi.org

لیگ اور مسلم کانفرنس کی تنظیمات میں بھی وہ چپ چاپ گراں قدر امداد دیتے رہے، قابل غور امر یہ ہے کہ اجرائے کار کے سوا ان کے سامنے کوئی غرض نہ تھی دوسرے اداروں کو جو روپیہ دیا اس کا حساب مشکل ہے، خود کراچی میں دو اداروں کا پورا خرچ ان کے ذمے تھا۔

(حاشیہ نمبر۲) یہ اچادیا کر پلانی کے بڑے بھائی تھے مسلمان ہو جانے کے بعد پوری زندگی تبلیغ اسلام میں بسر کردی سیاسی کاموں میں بھی حصہ لیتے رہے، سرہند میں وفات پائی میرے عزیز و مکرم دوست شیخ عبدالمجید سندھی بھی ان کے عزیزوں میں ہیں، وہ بھی اسلام لانے کے وقت سے برابر قید و بند کی تکلیفیں اٹھاتے رہے ہیں۔

(حاشیہ۲ ظفر حسن صاحب ایبک نے لکھا ہے کہ مولانا ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو کابل سے نکلے تھے۔ ڈاکٹر خوشی محمد کے علاوہ خود ظفر حسن ایبک، ڈاکٹر نور محمد سندھی، اقبال شیدائی، ظفر عمر مسعود، عبدالرشید اور بینر جی بنگالی ان کے ساتھ تھے۔ محمد نادر شاہ مرحوم اس زمانہ میں سپہ سالار کے عہدے پر مامور تھے لیکن امان اللہ خاں نے انھیں قطغن و بدخشاں میں رئیس ہیئت تنظیمیہ کی حیثیت سے مقرر کر دیا تھا۔ امان اللہ خاں کی خواہش یہ تھی کہ مولانا اور دوسرے اصحاب محمد نادر شاہ سے نہ مل سکیں لہذا سفر روس کے لئے وہ پنج شیر کا راستہ تجویز کیا جو بدخشاں سے دور اور بے حد دشوار گزار تھا) (ملاحظہ ہو "چٹان" ہفتہ وار بابت ۲۴ ستمبر ۱۹۵۶ء)۔

ریشمی خطوط

مولانا نے کابل سے سے ایک خط ریشمی پارچے پر لکھ کر شیخ عبدالحق نومسلم کے ہاتھ شیخ عبدالرحیم سندھی کے پاس بھیجا تھا اور تاکید کردی تھی کہ شیخ صاحب فوراً حجاز چلے جائیں یا کسی معتمد علیہ حاجی کے ذریعہ سے خط حضرت شیخ الہند کو پہنچادیں شیخ عبدالحق طلبا کے ساتھ ہجرت کر کے کابل پہنچا تھا اور بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ نواز خاں کا ملازم تھا۔ وہ شخص ہر لحاظ سے قابل اعتماد تھا لیکن خدا جانے کیا حالات پیش آئے کہ اس نے خط شیخ عبدالرحیم کے حوالے کرنے کے

www.abulhasanalinadwi.org

بجائے اللہ نواز خان کے والد خان بہادر رب نواز خاں کو دے دیا۔ ان کے ذریعے سے پنجاب کے گورنر مائیکل اوڈوائیر کے پاس پہنچا۔ اس طرح حکومت کو حضرت شیخ الہند مولانا عبیداللہ اور دوسرے کارکنوں کی تحریک کے کچھ راز معلوم ہو گئے۔ اسی وقت سے شیخ عبدالرحیم کا تعاقب شروع ہو گیا اور حضرت شیخ الہند کو بھی مکہ معظمہ میں گوناگوں حوادث سے گزرتے ہوئے بالآخر گرفتاری و نظر بندی قبول کرنی پڑی، اصل خط کا مضمون غالباً یہ تھا کہ حکومت موقتہ نے افغانستان سے عہد نامہ کر لیا ہے۔ باقی حکومتوں کے پاس بھی سفارتیں بھیجی جا رہی ہیں، اس سلسلے میں حکومت ترکیہ سے بھی ربط وضبط پیدا کرنا منظور ہے آخر میں حضرت موصوف سے درخواست کی گئی تھی کہ ربط وضبط پیدا کرنے اور معاہدہ کرانے میں امداد دیں، اس ریشمی خط کے ساتھ مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری کی طرف سے بھی ایک خط تھا رولٹ رپورٹ میں ریشمی خط کے متعلق جو کچھ مرقوم ہے وہ غلط اور ناقص معلومات پر مبنی ہے [1]

حضرت شیخ الہند

ہندوستان میں گرفتاریاں شروع ہو گئی تھیں حضرت شیخ الہند بہت پریشان ہو گئے تھے کہ کہیں بیٹھے بٹھائے گرفتار نہ ہو جائیں اور اس طرح ضروری جدوجہد کے اوقات تعطل میں بسر نہ ہوں لہذا وہ باہر نکل جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے دوسرے مشیروں کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد سے بھی مشورہ کیا مولانا آزاد کی رائے قطعی طور پر یہ تھی کہ باہر نہ جانا چاہئے اور یہیں بیٹھ کر کام کرنا چاہئے اگر اس اثنا میں گرفتاری ہو جائے تو اسے قبول کیے بغیر چارہ نہ ہوگا۔ وہ جانتے تھے کہ باہر جا کر کوئی کام نہ ہو سکتا تھا اور باہر رہ کر معطل بیٹھنے سے اندر رہ کر معطل ہو جانا بہر حال بہتر تھا۔

حضرت شیخ الہند نے یہی مناسب سمجھا کہ پہلے حجاز پہنچیں، وہاں سے ذمہ دار ترکی وزیروں اور ماموروں سے ربط وضبط پیدا کر کے ایران و افغانستان کے راستے، یا غستان جائیں چنانچہ وہ چند رفقا کے ساتھ حجاز چلے گئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

حج کیا اس وقت ترکوں کی طرف سے غالب پاشا حجاز کا گورنر تھا مکہ معظمہ کے مشہور تاجر حافظ عبدالجبار دہلوی کے ذریعے سے غالب پاشا کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور ان سے تین تحریریں حاصل کیں:

(۱) پہلی تحریر مسلمانان ہند کے نام تھی

(۲) دوسری تحریر مدینہ منورہ کے گورنر بصری پاشا کے نام تھی جس میں مرقوم تھا کہ حضرت شیخ الہند معتمد علیہ شخص ہیں ان کا احترام کیا جائے اور انہیں استنبول پہنچا دیا جائے

(۳) تیسری تحریر غازی انور پاشا کے نام تھی کہ ان کے مطالبات پورے کیے جائیں۔

غالب پاشا نے خود حضرت موصوف کو تاکید کی کہ آپ تمام ہندوستانیوں کو آزادی کامل پر آمادہ کریں، ہم ہر ممکن امداد دیں گے اور صلح کی کانفرنس منعقد ہوگی تو اس میں ہندوستان کے لئے آزادی کامل کی حمایت کریں گے، ان میں سے پہلی تحریر ہندوستان کی تاریخ سیاسیات میں غالب نامہ کے نام سے معروف ہوئی۔

انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات

حضرت شیخ الہند حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے اور ابھی استنبول جانے کے لئے تیار نہ ہوئے تھے کہ انور پاشا، وزیر حربیہ ترکیہ اور جمال پاشا گورنر شام کے مدینہ منورہ پہنچنے کا تار آ گیا۔ چنانچہ ان سے بھی تخلیہ میں ملاقاتیں ہوئیں۔

جمال پاشا نے وہی مطالب دہرائے جو غالب پاشا حضرت شیخ الہند کے سامنے پیش کر چکا تھا نیز وعدہ کیا کہ وہ شام پہنچ کر حضرت کے حسب خواہش ترکی، عربی اور فارسی میں ایسی تحریرات بھیج دے گا، جنہیں جا بجا شائع کیا جا سکے، حضرت نے یہ بھی کہا کہ مجھے محفوظ طریق پر حدود افغانستان تک پہنچا دیا جائے تاکہ میں یاغستان چلا جاؤں، ہندوستان کے راستے گیا تو انگریز مجھے گرفتار کر لیں گے۔ جمال پاشا نے اس بنا پر معذوری ظاہر کی کہ روسی فوجیں ایران میں

www.abulhasanalinadwi.org

سلطان آباد تک پہنچ گئی ہیں گویا افغانستان کا راستہ کٹ گیا ہے فی الحال آپ کو افغانستان کا راستہ کٹ گیا ہے فی الحال آپ کو افغانستان پہنچانا غیر ممکن ہے۔ واپسی میں گرفتاری کا خطرہ ہے تو حجاز یا ترکی عمل داری کے کسی دوسرے مقام پر ٹھہر جائیں۔

غالب نامہ کا ارسال

حضرت خود تو حجاز ہی میں ٹھہر گئے لیکن غالب نامہ اور دوسرے ضروری کاغذات بہ طریق محفوظ ہندستان پہنچانے کی تدبیر یہ سوچی کہ کپڑے رکھنے کے لئے لکڑی کا ایک صندوق بنوایا جائے اس کے تختے اندر سے کھود کر کاغذات رکھ دیے۔ پھر انہیں اس طرح ملا دیا کہ باہر سے دیکھنے والا کتنا ہی مبصر کیوں نہ پتا نہ لگا سکے بلکہ شبہ بھی نہ کر سکے۔ یہ صندوق مولانا ہادی حسن رئیس خان جہاں پور (مظفر نگر) اور حاجی شاہ نجش سندھی کے حوالے کر دیا گیا بمبئی میں جہاز پر سی آئی ڈی بھی موجود تھی اور اہل شہر بھی بہ کثرت آئے ہوئے تھے انہیں میں مولانا محمد نبی نام ایک مخلص نے مولانا ہادی حسن صاحب سے کہا کہ اگر کوئی چیز محفوظ رکھنی ہو تو ابھی مجھے دے دیجئے چنانچہ صندوق انہیں دے دیا گیا، وہ اسے محفوظ نکال لائے اور توڑ کر تحریریں نکال لیں۔ دہلی میں حاجی احمد میرزا فوٹو گرافر نے ان کے فوٹو لیے اور مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری، کے ہاتھ یہ تحریریں سرحد بھیج دی گئیں بعد ازاں حضرت نے اپنے ایک عزیز کے اس خیال سے تحریروں کا راز بتا دیا کہ وہ ہندوستان واپس جا کر ان کے وہ فوٹو لینے اور جا بجا پہنچانے کا پیغام ارباب کار تک پہنچائے اسے گرفتار کر لیا گیا اور اس نے سب کچھ بتا دیا جس کی بنا پر مختلف اصحاب کی تلاشیاں ہوئیں اور انہیں گونا گوں مصائب سے سابقہ پڑا۔

حضرت شیخ الہند کی اسیری اور رہائی

شریف حسین نے انگریزوں سے خفیہ عہد و پیمان کر کے ترکوں سے غداری کی اور حجاز میں جتنے ترک موجود تھے وہ سخت و شدید ظلم و جور کا ہدف بنے۔ حضرت شیخ الہند اور ان کے رفیقوں کو اسیر

www.abulhasanalinadwi.org

کر کے شریف نے جدہ پہنچا دیا جہاں سے انگریز انہیں پہلے مصر لے گئے پھر مالٹا میں نظر بند کر دیا، تین برس سات مہینے کے بعد ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ (۸ جون ۱۹۲۰ء) کو بمبئی پہنچا کر انہیں رہا کیا۔

چند گزارشیں

حضرت مرحوم نے جس جذبے، خلوص ہمت اور والہیت سے کام کیا اس کے بارے میں یہ عاجز کیا کہہ سکتا ہے جو ان اوصاف وخصائص کا صحیح اندازہ بھی نہیں کر سکتا ہے لیکن صاف ظاہر ہے کہ اصل منصوبہ جن حالات میں تیار کیا گیا وہ حد درجہ ناسازگار تھے۔ چھان بین اور غور وفکر کی مہلت قطعاً میسر نہ تھی جدھر روشنی کی کوئی کرن نظر آئی اس سے استفادے میں تامل نہ کیا گیا چوں کہ پورا منصوبہ عالم اضطرار میں تیار ہوا تھا اس لیے اس کا کوئی پہلو بھی پائیدار ثابت نہ رہا لیکن میدان عمل کی ہر شے کا حسن صرف جذبۂ عشق اور وارفتگی حب مقاصد پر موقوف ہے یہاں تدبیروں کی پختگی، منصوبوں کی پائداری اور عقل وخرد کی دور بینی ومصلحت اندیشی کو کون پوچھتا ہے؟

درعجائب ہائے طور عشق حکمتہائے کم است
عقل بامصلحت اندیشی مجنوں چہ کار

حضرت کے تمام کارکن علم وفضل، زہد وتقوی بے غرضی وبے نفسی اور جرأت وایثار میں اپنی مثال آپ تھے، مولانا عبیداللہ مرحوم نے کم وبیش پچیس سال غربت میں گزارے اصل زندگی اسی کام کی نذر کر دی، مولانا سیف الرحمٰن اور مولانا منصور انصاری جلاوطنی کی حالت میں وفات پائی ان میں سے کسی کی حرارت اسلامیت وآزادی آخری سانس تک ایک لمحہ کے لئے بھی افسردہ نہ ہوئی لیکن مجھے بہ صد ادب یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ وہ حضرات جن کاموں پر مامور ہوئے، ان کے لیے ہر لحاظ سے موزوں نہ تھے جو جرنیل خطرناک مقامات پر فوجوں کے علم دار بننے کی ہمت رکھتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہ سیاسی مجالس میں بھی ویسے ہی اہم کارنامے انجام دے سکیں۔ (۱)

---

(۱) جماعت مجاہدین ۵۲۹-۵۳۹

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org